ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وّ انتم اذلّۃ
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہفت روزہ
بدر
قادیان

شرح
چندہ سالانہ
چھ روپے
فی پرچہ
۲/ ۲

ایڈیٹر
...ت احمد راجیکی
اسسٹنٹ ایڈیٹر
حفیظ بقاپوری

تواریخ اشاعت ۷-۱۴-۲۱-۲۸

۷ ہجرت ۱۳۳۳ ہش یکم جمادی الاول ۱۳۷۳ھ - ۷ جنوری ۱۹۵۴ء | نمبر ۱

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء کے ضروری کوائف

...ار گوربچن سنگھ صاحب باجوہ وزیر پبلک ورکس حکومت پنجاب اور ممبران کونسل کی جلسہ میں شمولیت

...اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے جماعت احمدیہ
...کا باسٹھواں ۶۲ سالانہ جلسہ جو تقسیم ملک کے
...بعد قادیان کا ساتواں جلسہ ہے بخیر و خوبی سرانجام
...جلسہ سالانہ کے ضروری انتظامات امسال
...محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ
...ایدہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ
...نے بحیثیت افسر جلسہ سالانہ کے فرمائے
...کے نائب مولوی برکت علی صاحب اور افسر
...حضرت چوہدری بدر دین صاحب عامل تھے۔ جماعتوں
...قیام و طعام اور ان کے استقبال و الوداع
...کی تیاری اور تقاریر وغیرہ کے متعلق جملہ
...انتظامات بفضلہ تعالیٰ تسلی بخش رہے۔
ہندوستانی مہمان جن میں ریاست کشمیر کے
...بھی شامل ہیں جلسہ کے انعقاد سے کئی روز
...نے شروع ہو گئے تھے۔ پاکستانی قافلہ جس
...جناب چوہدری اسداللہ خاں صاحب
...بیرسٹر ایٹ لاء لاہور تھے مورخہ ۲۵ر دسمبر کو
...بجے شب قادیان وارد ہوا۔ درویشان
...اور ہندوستانی مہمانوں نے اس کا استقبال
...احمدیت زندہ باد۔ اسلام زندہ باد۔ حضرت
...زندہ باد کے پر زور نعروں سے کیا۔
...زائرین جن میں علاوہ درویشوں کے
...کے جا متہائے پاکستان کے بعض معروف
...اور مرکزی اداروں کے بعض کارکنان
...شامل تھے۔ کی تعداد ایک سو اسی تھی۔ ان
...اسات افراد موٹر بسوں کے ڈرائیور
...وغیرہ تھے۔ ہندوستانی احباب کی

تعداد دو صد کے قریب تھی۔

سرکاری انتظامات

قادیان پہنچنے پر لالہ ٹیکھ راج صاحب گاندھی ڈی۔ ایس پی بٹالہ نے سرکار کی طرف سے قافلہ کا استقبال کیا۔ اس کے بعد بھی آپ انسپکٹر صاحب پولیس اور مقامی انچارج صاحب پولیس ملک چند بھاٹ صاحب کی امداد سے جلسہ کے ایام میں ہر طرح سے حفاظتی انتظامات کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ جلسہ کی تاریخوں میں جملہ انتظامات کی نگرانی کے لئے بخشی سیتا رام صاحب تحصیلدار بٹالہ مسٹر سوشیل کمار صاحب جینی مجسٹریٹ درجہ اول بٹالہ اور مسٹر آر۔ ڈی ملہوترہ صاحب ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ علی الترتیب ۲۶ ۲۷ر اور ۲۸ر دسمبر کو تشریف لائے۔ اور تقاریر بھی سنتے رہے۔ ملہوترہ صاحب نے جلسہ سننے کے بعد قرآن کریم کا ایک نسخہ بغرض مطالعہ بھی طلب فرمایا جو ان کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

جناب سردار گوربچن سنگھ صاحب باجوہ وزیر پبلک ورکس پنجاب کی تشریف آوری

مورخہ ۲۸ر دسمبر کو جناب سردار گوربچن سنگھ صاحب باجوہ وزیر پبلک ورکس حکومت پنجاب جن کی خدمت میں جلسہ میں شمولیت کے لئے نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے دعوت نامہ بھجوایا گیا تھا۔ چنڈی گڑھ راجدھانی سے تشریف لائے۔ اور پون گھنٹہ تک پہلے اجلاس میں شامل ہو کر تقاریر سنتے رہے۔ جناب باجوہ صاحب کا استقبال جماعت کی طرف سے جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ اور جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال نے کیا۔ باجوہ صاحب نے پاکستانی قافلہ کے امیر جناب چوہدری اسداللہ خاں صاحب سے بھی ملاقات کی۔ اور اس روحانی تقریب کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے اور حالات سنتے رہے۔

سامعین کی تعداد

قادیان اور دوسرے مقامات کے ہندو سکھ اور عیسائی حضرات کثرت کے ساتھ اجلاسات میں شامل ہو کر تقاریر کو شوق اور توجہ سے سنتے رہے۔ غیر مسلم سامعین کی تعداد دوسرے اور تیسرے دن ہر اجلاس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب رہی۔ جن میں کالج کے طلباء اور پروفیسر صاحبان۔ سکولوں کے اساتذہ بعض قومی لیڈران اور ہر طبقہ کے معززین شامل تھے۔ اور کئی غیر مسلم دوست جلسہ میں شمولیت کے لئے دہلی۔ لکھنؤ اور کلکتہ وغیرہ سے بھی آئے تھے۔ مورخہ ۲۷ر دسمبر کو جناب باوا ہر کشن سنگھ صاحب پرنسپل سکھ نیشنل کالج قادیان بھی جلسہ میں شامل ہوئے اور نہایت صاحب کامل حاصل کیا۔

ممبران کونسل کی شمولیت

مورخہ ۲۷/۱۲/۵۳ کو جناب پنڈت موہن لال صاحب ایڈووکیٹ بٹالہ ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب اور جناب چوہدری بشیر الدین صاحب دھاریوال ممبر کونسل نے بھی جلسہ میں شمولیت کی بڑی دلچسپی سے تقاریر کو سنا۔ اور بعد میں اس بات کا مسرت سے اظہار کیا کہ موجودہ مادیت کے زمانہ میں ایسی تقاریر کی بہت ضرورت ہے۔ اور احمدیہ جماعت ہی اس وقت سطح زمین پر ایک واحد جماعت ہے جو خدا اور روحانیت کی تعلیم ک[illegible] میں پیش کر کے لوگوں کے زنگ [illegible] کامیاب ہو سکتی ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت اقدس امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں تازہ اطلاع ربوہ سے موصول نہیں ہوئی۔ احباب اپنے مقدس آقا اور امام کی صحت و سلامتی و درازی عمر اور اپنے مقاصد عالیہ میں کامیاب و کامران ہونے کی دعائیں جاری رکھیں۔

پریس کے نمائندے

امسال بوجہ معذوری انگریزی پریس کے نمائندے جلسہ کے موقعہ پر نہ آ سکے۔ جلسہ کے اختتام پر ان کی طرف سے خاص پیغامبر بھجوا کر تفصیلی کوائف معلوم کئے گئے۔ جو شائع ہو چکے ہیں۔ اردو پریس کے دو نمائندے شامل ہوئے۔ اور ساتھ ساتھ خبریں بھجواتے رہے۔ مورخہ ۲۶ر دسمبر کو احمدیہ انٹرنیشنل پریس کراچی کے ڈائرکٹر مسٹر تاثیر احمدی بھی شامل جلسہ ہوئے۔ پریس کے نمائندوں کو ضروری معلومات جناب ناظر صاحب امور عامہ نے مہیا کیں۔

تبلیغی لٹریچر کی تقسیم

جلسہ گاہ اور اس کے باہر تبلیغی لٹریچر تقسیم کرنے کا کام مکرم میاں الہ دین صاحب انچارج دفتر زائرین کے سپرد تھا۔ جو اپنے معاونین کی مدد سے یہ کام سرانجام دیتے رہے۔ اس مبارک موقعہ پر بفضلہ تعالیٰ دو ہزار کے قریب ٹریکٹ اردو۔ انگریزی ہندی اور گورمکھی زبان میں تقسیم کئے گئے۔ سب لوگوں نے خوشی سے لٹریچر قبول کیا اور توجہ سے پڑھنے کا وعدہ کیا۔

پاکستانی احباب کے اعزاز میں دعوتیں

مورخہ ۲۶ر دسمبر کو جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ نے محترم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ کے اعزاز میں اپنی کوٹھی میں دعوت چائے دی۔ اس موقعہ پر سردار صاحب محترم صاحبزادہ صاحب کے ساتھ اپنے پرانے تعلقات کی یادیں نجی امور کے متعلق محبت بھری باتیں کرتے رہے۔ اس دعوت میں جناب ناظر صاحب امور عامہ قادیان اور بعض دوسرے احباب بھی شریک ہوئے۔

مورخہ ۲۹ر دسمبر کو سردار ست نام سنگھ صاحب باجوہ میونسپل کمشنر قادیان اور سردار آتما سنگھ صاحب نے جناب چوہدری اسداللہ خاں صاحب اور جناب صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے اعزاز میں اپنی کوٹھی میں دعوت چائے دی۔ اس موقعہ پر بہت سے پاکستانی اور ہندوستانی احباب بھی مدعو تھے۔ جن میں جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت قادیان۔ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ قادیان مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب امیر جماعت داتہ زید کا مکرم گیانی واحد حسین صاحب مبلغ سلسلہ اور مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے محاسب صدر انجمن احمدیہ وغیرہم شامل تھے۔ اس تقریب میں علاوہ بہت دلچسپ کی متفرق باتوں کے مکرم گیانی صاحب نے حضرت بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ کی سیرت پر بہت عمدہ روشنی ڈالی اور حاضرین کو اس خدا یاد بزرگ کا کلام سنا کر محظوظ کیا۔

(باقی صفحہ ۔۔ کالم ۔۔ پر)

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپ[illegible] اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

اخبار "اجیت" جالندھر کی ایک اہم خبر

پاکستانی احمدیوں کی طرف سے سری گورو گرنتھ صاحب کی دو بیڑیں سکھوں کو پیش کی گئیں

نشکانہ صاحب کا پوتر جل بھی پیش کیا گیا۔ قادیان میں نہایت پرور نظارے دیکھنے میں آئے

سکھوں کے مشہور اخبار روزنامہ اجیت جالندھر نے اپنی اشاعت مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء میں مندرجہ بالا عنوان سے ذیل کا نوٹ شائع کیا ہے۔ جو قارئین بدر کے مطالعہ کے لئے پیش ہے۔ اس سلسلہ میں احمدیوں کی رواداری اور بلند اخلاق کے متعلق کئی دوسرے اخبارات نے بھی خبریں اور نوٹ شائع کئے ہیں۔ لیکن سردست صرف نمونہ کے طور پر اخبار اجیت کے تحریر کردہ نوٹ کو بدر میں شائع کیا جاتا ہے۔ احمدیوں کی رواداری اور حسن سلوک صرف سکھوں تک ہی محدود نہیں بلکہ احمدیہ جماعت تمام مذہبی و روحانی پیشواؤں کی عزت و تکریم کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ اور اپنے عقائد اور اعمال کی بنیاد میں الاقوامی اخوت اور انسانی ہمدردی و خیرسگالی پر رکھتی ہے۔ جو شخص بھی احمدیہ جماعت کے حالات کو قریب سے دیکھے گا۔ اور اس جماعت کا گہرا مطالعہ کرے گا وہ انہی خیالات کے اظہار پر مجبور ہوگا۔ جو جناب گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر نے ظاہر کئے ہیں — (ایڈیٹر)

"قادیان ۲۹ دسمبر۔ احمدیہ جماعت قادیان کا ۶۲ واں سالانہ جلسہ قادیان میں ہو رہا ہے ہر جلسہ کے دوسرے دن اس میں شمولیت کے لئے علاوہ ہندوستانی احمدیوں کے جو ہندوستان کے مختلف علاقوں اور صوبوں سے اپنے مذہبی مرکز میں جمع ہوئے۔ تقریباً دو صد پاکستانی احمدی بھی چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لاء برادر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی قیادت میں جلسہ میں شریک ہوئے۔ آج دوسرے دن کے اجلاس میں مرزا داؤد حسین مبلغ جماعت احمدیہ نے اعلان کیا کہ وہ اپنے ساتھ شری گورو گرنتھ صاحب کی بیڑیں، ننکانہ صاحب کا پوتر جل اور ننکانہ صاحب کی چرن دھوڑ لائے ہیں تاکہ اپنے سکھ بھائیوں کو بھینٹ کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر کے بعد سب سے پہلے بابا ہرکشن سنگھ پرنسپل سکھ نیشنل کالج کی خدمت میں جل کا کنستر جس پر سردار ہزارہ سنگھ صاحب گرنتھی ننکانہ صاحب کی چٹھی کا لیبل چسپاں تھا۔ پیش کیا۔ اس کے بعد ننکانہ صاحب کی چرن دھوڑی پیش کی۔ ازاں بعد قادیان کی گوردوارہ شہید گنج سبھا کی طرف سے قرآن شریف کے دو نسخے چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب نے دو بیڑیں شری گورو گرنتھ صاحب کی گیانی لابھ سنگھ فخر جنرل سکرٹری گوردوارہ سنگھ سبھا قادیان کو پیش کیں۔ اس موقعہ پر سردار ہرچرن سنگھ باجوہ نے مختصر الفاظ میں احمدیوں کی رواداری اور محبت و پریم کا ذکر کیا۔ اور شری ننکانہ صاحب کے متعلق عقیدت اور محبت کے جذبات کا اظہار کیا گیانی لابھ سنگھ فخر نے اس موقعہ پر اپنی تقریر میں کہا کہ شروع شروع میں ہمیں احمدیہ جماعت کے اخلاق اور عادتوں کا علم نہ تھا بلکہ ہمیں اس جماعت کے متعلق اندھیرے میں رکھا گیا تھا۔ اور غلط فہمی ڈال کر ہمارے درمیان دشمنی ڈالی گئی تھی۔ لیکن اب ہم نے احمدی دوستوں کو قریب سے دیکھ لیا ہے۔ اور اُن کی عادات اور اچھے اخلاق سے بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ جو محبت اور پریم اس جماعت نے قادیان اور دوسرے علاقوں میں سکھ بھائیوں کے ساتھ کی ہے وہ قابل قدر ہے۔ اور ہم اس کو کبھی نہیں بھلا سکتے۔ اس سے پہلے بھی احمدیوں کی طرف سے پچھلے سال دو بیڑیں شری گورو گرنتھ صاحب کی پیش کی جا چکی ہیں۔ اس سال پھر انہوں نے یہ عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ مرزا داؤد حسین نے یہ بھی بتایا ہے کہ انہوں نے بڑی کوشش اور مشکل سے اور بھی بہت سی بیڑیں جمع کی ہیں۔ جن کے بھجوانے کا وہ بخوشی انتظام کریں گے۔ اگر جماعت احمدیہ کے خلیفہ صاحب سے درخواست کریں۔ ہم احمدیہ جماعت کے بہت ہی شکر گذار ہیں۔ کہ اس نے ہمارے پوتر استھان کی یاد کو تازہ کرنے کے سامان کئے ہیں۔ اور اپنی محبت اور پریم اور رواداری کا ثبوت دیا ہے۔ اور اپنے اعلےٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کی طرف سے تکبیر کے نعرے اور سکھوں کی طرف سے ست سری اکال کے نعرے بلند کئے گئے۔ جلسہ میں مرزا داؤد حسین گیانی نے سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات پر بہت دلچسپ تقریر کی۔ جو پنجابی زبان میں تھی۔ اس تقریر میں جا بجا گورو گرنتھ صاحب کے شبد پڑھے کہ انہوں نے حاضرین کو خوش کیا۔"

گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر مشہور سکھ لیڈر کا احمدیہ جماعت کے متعلق مبنی بر حقیقت بیان

"گیانی لابھ سنگھ فخر نے اس موقعہ پر اپنی تقریر میں کہا۔ کہ شروع شروع میں ہمیں احمدیہ جماعت کے اخلاق اور عادتوں کا علم نہ تھا۔ بلکہ ہمیں اس جماعت کے متعلق اندھیرے میں رکھا گیا تھا۔ اور غلط فہمی میں ڈال کر ہمارے درمیان دشمنی ڈالی گئی تھی۔ لیکن اب ہم نے احمدی دوستوں کو قریب سے دیکھ لیا ہے۔ اور ان کی عادات اور اچھے اخلاق سے بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ جو محبت اور پریم اس جماعت نے قادیان اور دوسرے علاقوں میں سکھ بھائیوں سے کی ہے۔ وہ قابل قدر ہے۔ اور ہم اس کو کبھی بھلا نہیں سکتے۔"

(منقول از روزنامہ اجیت جالندھر مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء)

(بقیہ صفحہ ...)

دعوت کے اختتام پر ... سردار صاحب کا شکریہ ا... مراسم اور تعلقات کا حوال... ذکر فرمایا۔ سردار ست نام ... قسم کے خیالات اور جذبات ... پر جناب سردار سنتوک سنگھ ... خالصہ ہائی سکول قادیان ... رقت سے لبریز تقریر کی۔ ... اور اہالیان وطن سے جدائی پر ... اور درد کا اظہار کیا۔ اور ... مراسم کے قائم ہونے کے ...

اس تعلق میں سردار سرن... آف ڈسکہ حال مقیم دسوہہ ... ذکر کر دینا ضروری ہے جو ا... سنتے اور جناب چوہدری ... جو ان کے ہم قوم اور ہمجو... کرنے کے لئے قادیان آ... چوہدری صاحب اور ان کے طعام کے اخراجات ا... سال بھی خود ادا کر کے اپنی ... کا ثبوت دیا۔

قافلہ کی و...

پاکستانی قافلہ کے احب... دسمبر کو قادیان کے بیرونی محا... کی زیارت کی اور مسجد نور میں ... اور مذہبی تقدس کی حامل ... مورخہ ۳۰ دسمبر کو دس بجے ... قافلہ واپس روانہ ہو گیا۔ بوقت ... تکبیر۔ اور احمدیت اور اسلا... نعرے بلند کئے گئے۔

شکریہ

جماعت احمدیہ قادیان ا... کی جنہوں نے ہمارے معزز مہما... محبت اور تکریم کا سلوک کیا ... اسی طرح سرکاری افسران ک... تسلی بخش انتظامات کئے او... کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم ... غیر مسلم بھائیوں کی بھی شکر... احتجاجات گرامی کا درج کر کے جا...

سال نو پر مبارکباد کے تار

جناب ناظر صاحب امور عامہ سلسلۂ عالیہ احمدیہ قادیان کی طرف سے سال نو کے موقعہ پر جماعت کی طرف سے مبارکباد کے تار حکومت پنجاب، حکام ضلع اور مرکزی حکومت کو بھجوائے۔ ان کے جواب میں افسران کی طرف سے شکریہ کے خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ... اجل سنگھ صاحب فنانس منسٹر حکومت پنجاب تحریر فرماتے ہیں:-

"پیارے دوست۔ نئے سال کی مبارکباد پر آپ کا بہت شکر گذار ہوں اور احمدیہ جماعت کا ممنون ہوں کہ جس کی طرف سے قیمتی جذبات کا اظہار کیا گیا اس موقعہ پر میں بھی نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آپ کا مخلص د...

خطبہ جمعہ

جماعت کے ہر فرد کو یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ اس کی زندگی کے تمام کاموں میں سے سب سے اہم کام تبلیغ و اشاعت اسلام ہے

ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ جماعت کے تمام افراد میں تحریک کر کے تحریک جدید کے وعدے لے اور پھر انکی وصولی کی پوری کوشش کرے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۴ر دسمبر ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

گذشتہ جمعہ میں میں نے

تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان

کیا تھا۔ اس دفعہ میں نے وقت کی تعیین نہیں کی تھی۔ کہ مغربی اور مشرقی پاکستان کے وعدے کس تاریخ تک مرکز میں آجانے چاہئیں۔ آج میں عارضی طور پر مغربی پاکستان کے لئے ۱۵ ر فروری تاریخ مقرر کرتا ہوں۔ اور مشرقی پاکستان کے لئے ۱۵ر مارچ کی تاریخ مقرر کرتا ہوں۔ یعنی ان تاریخوں تک ان علاقوں سے وعدے مرکز میں پہنچ جانے چاہئیں۔ اگر بعد میں صیغہ کی سفارش کے مطابق اس معیاد کو بڑھانا پڑا تو بڑھا دیا جائے گا۔

میں جیسا کہ پچھلے سال کہہ چکا ہوں۔ اور اس سال بھی میں نے کہا ہے۔ تحریک اپنے نئے نام کی وجہ سے کوئی نئی چیز نہیں بن جاتی۔ بلکہ

یہ وہی چیز ہے

جس کے متعلق قرآن کریم نے ہر مسلمان کو توجہ دلائی ہے اور جو سا کام کرنا خدا تعالےٰ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ قرآن کریم نے اُمتِ محمدیہ کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ اس کا ہر فرد دوسرے لوگوں کو خیر کی طرف بلاتا ہے۔ اور اس میں شبہ ہی کیا ہے کہ سب سے بڑی خیر قرآن کریم اور اسلام ہے۔ لوگ تو محض اپنے تعلق کی وجہ سے ایک ناقص چیز کو بھی اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ پھر کتنا افسوس ہوگا مسلمانوں پر کہ وہ اپنے تعلق کی بناء پر اچھی چیز کو بھی اچھا نہ سمجھیں

ایک قصہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے دربار کے ایک حبشی غلام کو ایک ٹوپی دی۔ اور اُسے ہدایت کی کہ تمہارے خیال میں جو سب سے زیادہ خوبصورت بچہ ہو یہ ٹوپی اس کے سر پر رکھ دو۔ وہ غلام سیدھا اپنے بچہ کے پاس گیا۔ اور اس نے وہ ٹوپی اس کے سر پر رکھ دی۔ اس پر سب لوگ ہنس پڑے اس کا بیٹا کالے رنگ کا تھا۔ اس کی ہیئت بد نما تھی۔ اس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں بال چھوٹے اور کنڈلوں والے تھے۔ دوسرے بچے سفید رنگ کے تھے۔ ان کے نقش نازک اور خوبصورت تھے۔ لیکن اس غلام نے ٹوپی پہنائی تو اپنے بدشکل بچہ کو۔ بادشاہ نے کہا۔ میں نے تو تمہیں کہا تھا کہ یہ ٹوپی اس بچہ کو پہناؤ۔ جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ مگر تم نے یہ کیا کیا کہ ایک بدشکل کو یہ ٹوپی پہنا دی۔ اس غلام نے کہا بادشاہ سلامت! آپ نے ٹوپی میرے ہاتھ میں دی تھی۔ اور کہا تھا کہ تمہارے نزدیک جو بچہ خوبصورت ہے۔ یہ ٹوپی اسے پہنا دو۔ اور مجھے یہی بچہ سب سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے۔ اس واقعہ سے

یہ بتانا مقصود ہے

کہ تعلق کی وجہ سے بھی کسی چیز میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ حسن دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) ذاتی (۲) اضافی۔ ایک حسن تو ایک پینٹر اور نقاش کے نقطۂ نگاہ میں ہوتا ہے وہ ایک چیز کو ایسا حسن دینا چاہتا ہے کہ دنیا کے اکثر افراد اسے حسین سمجھیں لیکن ایک حسن وہ ہے جو تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً خاوند کے نزدیک سب سے زیادہ خوبصورت اس کی اپنی بیوی ہوگی اگر یہ جھگڑا چل پڑے کہ فلاں کی بیوی خوبصورت ہے تو دنیا سے امن اور تعلق اُٹھ جائے اللہ تعالےٰ نے انسانی فطرت ایسی بنائی ہے کہ ایک حسن اس کی نظر میں اس کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس سے دنیا کا امن قائم رہتا ہے۔ پس بیوی جو خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ اس کے گھر کو سنبھالتی ہے۔ اس کے بچہ کی ماں ہوتی ہے۔ وہی اس کی نگاہ میں خوبصورت ہوتی ہے۔ خاوند مصوروں کے نقطۂ خیالی کو نہیں دیکھتا۔ وہ فطرت کو دیکھتا ہے۔ اور فطرت اپنی بیوی کو ہی حسین دکھاتی ہے پس حسن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ذاتی اور دوسرا اضافی۔ یعنی وہ حسن جو تعلق کی وجہ سے نظر آجاتا ہے۔ مثلاً ایک بچہ ہو وہ چاہے کتنا ہی بدصورت ہو۔ اس کی ماں اس سے پیار کرتی ہے۔ اور کہتی ہے واری جاؤں صدقے جاؤں۔ میں تیرے لئے اپنی جان قربان کردوں۔ حالانکہ دوسرے لوگوں کو اسے دیکھ کر بعض دفعہ گھن آجاتی ہے۔ ایک بچہ رو رہا ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ چاہتے ہیں کہ اس کا سر پھاڑ دیں۔ لیکن اس کی ماں یہی کہتی ہے۔ واری جاؤں۔ صدقے جاؤں۔ آؤ میں تمہیں فلاں چیز دوں۔ فلاں چیز دوں۔ یہ حسن کیا ہے

یہ حسن اضافی ہے

یعنے اپنا بچہ ہونے کے احساس نے اسے خوبصورت کر کے دکھا دیا۔ زلزلے کے ایام میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام عارضی طور پر باغ میں جا کر ٹھہرے۔ تو اتفاقاً مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی جو جھونپڑی بنائی گئی وہ پیر افتخار احمد صاحب رضی اللہ عنہ مرحوم کی جھونپڑی کے ساتھ تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اور پیر افتخار احمد صاحب رضی اللہ عنہ شہر میں بھی قریب قریب رہتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ مسجد مبارک کے اوپر والے کمروں میں رہتے تھے۔ اور مسجد کے نیچے ایک دو کوٹھڑیاں تھیں جن میں پیر افتخار احمد صاحب رہتے تھے۔ لیکن بہر حال وہاں کچھ نہ کچھ فاصلہ تھا۔ لیکن باغ میں جا کر فاصلہ بالکل نہ رہا۔ پیر صاحب کے بچے تمام شور زیادہ کرتے تھے۔ لیکن پیر افتخار احمد صاحب رضی اللہ عنہ بڑے مزے سے انہیں کھلاتے رہتے تھے۔ ہمارے ملک کے عام دستور کے خلاف پیر صاحب بچے خود کھلایا کرتے تھے۔ اور ان کی بیوی بچوں کی طرف بہت کم توجہ دیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ پیر صاحب کے بچے رو رہے تھے۔ اور پیر صاحب انہیں تھپکیاں دے کر چپ کرا رہے تھے۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پیر صاحب میرا تو جی چاہتا ہے کہ اس بچہ کو باپ سے چھین کر زمین پر پٹخ دوں۔ یہ اتنا شور مچاتا ہے کہ میرا خون کھولنے لگ جاتا ہے۔ اور میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آپ اس شور کو کس طرح برداشت کر لیتے ہیں۔ پیر صاحب نے کہا میری سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ بچہ میرا ہے میں اسے کھلا رہا ہوں اور مجھے تو کوئی غصہ نہیں آرہا لیکن آپ کو غصہ کیوں آرہا ہے۔ اب وہ شور بھی انہیں اچھا لگتا تھا۔ کیونکہ وہ ان کا اپنا بچہ تھا۔ غرض اپنی چیز کا بھی ایک حسن ہوتا ہے اور یہ حسن اضافی کہلاتا ہے۔ یعنی یہ حسن دوسروں کو نظر آئے یا نہ آئے۔ تعلق رکھنے والوں کو نظر آتا ہے۔ اب ایک مسلمان کے لئے

یہ کتنی خوشی کی بات ہے

کہ اس کے مذہب کا حسن اضافی بھی ہے۔ اور حسن حقیقی بھی ہے۔ یعنی وہ چیز دوسروں کو بھی اچھی نظر آتی ہے اور پھر وہ حسن اضافی بھی رکھتی ہے۔ یعنی ہر مسلمان کو اپنے تعلق کی وجہ سے وہ حسین نظر آنی چاہیئے۔ گویا اس کے لئے کسی جدوجہد اور کوشش کی ضرورت نہیں۔ وہ چاروں طرف سے مذہب کے حسن میں لپٹا ہوا ہے۔ اگر غیر مذہب والے اپنے مذہب کے لئے جو اپنے اندر خرابی رکھتا ہے اور اپنی ذات میں خوبصورت نہیں صرف حسنِ اضافی کی وجہ سے قربانی کرتے ہیں۔ تو کتنے تعجب کی بات ہوگی کہ مسلمان جس کا مذہب حسنِ اضافی بھی رکھتا ہے۔ اور حسنِ ذاتی بھی وہ اس کے لئے قربانی نہ کرے ایک شخص کی جیب میں رنگا رنگ کے پتھر پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کو اپنا ہونے کی وجہ سے بچانا چاہتا ہے۔ جیسے بچے ہوتے ہیں۔ ... خوبصورت پتھروں کی وجہ سے آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ اور ایک شخص کی جیب میں

ہیرے ہوتے ہیں۔ ان میں حُسنِ ذاتی بھی ہوتا ہے کیونکہ ہیرے ہر ایک کو اچھے لگتے ہیں۔ اور حُسنِ اضافی بھی ہوتا ہے یعنی اپنی ذات میں بھی وہ قیمتی ہوتے ہیں، اور جس کی ملکیت میں وہ ہوں۔ اس کے لئے وہ حُسنِ اضافی بھی رکھتے ہیں۔ وہ یوں ہی پڑے ہوں تب بھی وہ قیمتی ہیں۔ اور کسی کے پاس ہوں۔ تب بھی وہ قیمتی ہیں۔ اب کیا کوئی عقلمند انسان یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ اول الذکر تو پتھروں کی حفاظت کرے گا لیکن دوسرا شخص ہیروں کی حفاظت نہیں کرے گا۔ پس مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے

ایسے مقام پر کھڑا کیا ہے

کہ وہ مقام دوسروں کے مقام سے نرالا ہے علاوہ اس کے کہ اسلام اس کا اپنا مذہب ہے۔ اور اس کے لئے حُسنِ اضافی رکھتا ہے۔ وہ اپنی ذات میں بھی ایک حسین چیز ہے اور دوسروں کے لئے بھی اس کا حُسن اپنے اندر کشش رکھتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعویٰ کیا۔ تو مکہ والوں نے آپ کا مقابلہ کیا۔ ایسے لوگوں نے بھی اپنے وقت کے انبیاء کا مقابلہ کیا تھا۔ وہ لوگ کیوں مقابلہ کرتے تھے۔ قرآن کریم کہتا ہے۔ کہ وہ کہتے تھے۔ کیا ہم اس مذہب کو چھوڑ دیں جس پر ہمارے آباؤ اجداد قائم تھے۔ گویا وہ ذاتی حُسن کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ صرف حُسنِ اضافی ان کے پیشِ نظر تھا اور حسنِ اضافی بھی اتنا پسندیدہ ہوتا ہے کہ باوجود اس مذہب کے خراب ہونے کے ان لوگوں نے اپنے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہا اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ اگر تمہارے آباؤ اجداد بیوقوف ہوں۔ تو کیا پھر بھی تم اس مذہب کو نہیں چھوڑو گے۔ غرض باوجود اس کے کہ وہ جاہلانہ باتیں تھیں ان لوگوں نے ان کے لئے اپنا مال وطن اور عزیز قربان کئے۔ تا وہ چیزیں جو محض جاہلانہ ہیں لیکن ان کی ہیں بچ جائیں۔ لیکن افسوس ہے ایک مسلمان پر کہ وہ اس چیز کے لئے بھی کوئی کوشش نہیں کر رہا۔ جو حسن اضافی بھی رکھتی ہے اور ذات میں بھی اچھی ہے۔ عیسائی لوگ

عیسائیت کی تبلیغ

کے لئے دنیا کے کناروں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آج چھبیس ستائیس سال پہلے میں نے ایک رسالہ میں پڑھا تھا۔ کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے پادری بشمولیت چھوٹے پادریوں کے یعنی ان لوگوں کے جو مدرس کے طور پر۔ ڈاکٹر کے طور پر یا نرسوں کی شکل میں مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ ۵۶ لاکھ ہیں۔ اب اس سے اندازہ لگالو۔ کہ اگر چرچ کے ساتھ تعلق رکھنے والا کام یعنی تبلیغ۔ تصنیف۔ تدریس ڈاکٹر اور نرسوں کا کام ۵۶ لاکھ آدمی کر رہا ہے۔ تو ان پر کتنا روپیہ خرچ ہو رہا ہوگا۔ ہمارے ملک کے گذارے اور تنخواہوں سے ان ملکوں کے گذارے اور تنخواہیں بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے ملک میں پچاس ساٹھ روپے ماہوار پر ایک آدمی رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن امریکہ میں چھوٹی سے چھوٹی تنخواہ ۱۲۰ ڈالر یعنی چارسو روپیہ ماہوار ہے۔ اگر اس سے کم تنخواہ دی جائے۔ تو حکومت اس پر مواخذہ کرتی ہے۔ اسی طرح

انگلستان میں

آن سکیلڈ لیبر (unskilled labour) پر دو تین پونڈ ہفتہ وار لگ جاتے ہیں۔ جو ہمارے ملک کے [illegible] سے سوا سو روپیہ بنتا ہے۔ اور فنی مزدور پر تو سات آٹھ پونڈ ہفتہ وار خرچ آجاتا ہے۔ یعنی ان کی تنخواہ تین تین چار چار سو روپیہ ماہوار ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کی تنخواہ تین یا چار سو روپیہ ماہوار ہوتی ہے۔ [illegible] کے ایک مزدور کی اس قدر تنخواہ ہوتی ہے اور اگر ان ملکوں میں ایک مزدور کی اسی قدر تنخواہ ہوتی ہے۔ . . . .

. . . .

تو تم خود اندازہ لگالو۔ کہ ان ۵۶ لاکھ مشنریوں۔ مصنفوں۔ ڈاکٹروں۔ ٹیچروں اور نرسوں۔ خدمتگاروں پر کیا خرچ آتا ہوگا۔ اگر

کم از کم ایک سو روپیہ

خرچ فی فرد بھی لگا لیا جائے۔ تو ۵۶ کروڑ روپیہ ماہوار خرچ آجاتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ خرچ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جو عیسائیت کی ترقی کے لئے کام کر رہے ہیں یہ تمام صیغے چاہے وہ ڈاکٹر ہوں۔ نرسیں ہوں۔ سکول ہوں۔ کالج ہوں۔ سوال و جواب لکھانے والے ہوں یا سبق یاد کرانے والے ہوں۔ مثلاً مسیح کون تھا۔ اور وہ کیوں آیا۔ جیسے ہم نے دیہاتی مبلغین رکھے تھے۔ لٹریچر تقسیم کرنے والے ہوں۔ جن کا کام پمفلٹ تقسیم کرنا ہوتا ہے۔ ان کا مقابلہ صرف ہماری جماعت کر رہی ہے۔ باقی سارے مسلمان حکومتوں۔ بادشاہتوں اور وزارتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ صرف ہماری ہی جماعت ہے۔ جس کی بادشاہت صرف اسلام ہے جس کی حکومت صرف اسلام ہے۔ جس کی عزت صرف اسلام ہے۔

تعجب کی بات ہے

کہ وہ مسلمان جو حکومتوں۔ بادشاہتوں اور وزارتوں کے متلاشی ہیں۔ اور رات دن انہی کے پیچھے مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ تم سیاسی انقلاب برپا کرنا چاہتے ہو۔ حالانکہ جہاں تک یہ سوال ذہنیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ہر ایک شخص انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے۔ کیا ایک مزدور نہیں چاہتا۔ کہ اس کی حالت پہلے سے اچھی ہو۔ کیا اس خواہش اور جذبہ کی بنا پر اسے باغی قرار دیا جائے گا۔ کیا اسے حکومت کا تختہ اُلٹنے والا قرار دیا جائے گا۔ کیا ایک ڈسپنسر نہیں چاہتا اس کی تنخواہ بڑھ جائے۔ اور ڈاکٹر اس پر زیادہ سختی نہ کر سکیں۔ اس قسم کا ذہنی انقلاب ہر ایک شخص میں ہوتا ہے پس ہمارا یہ خواہش کرنا کہ اسلام کی تعلیم دنیا میں پھیلے اور تمام ادیان پر غالب آجائے سیاسی انقلاب نہیں

سیاسی انقلاب وہ ہوتا ہے

جس کے لئے سیاسی تراکیب استعمال کی جائیں۔ پس جہاں تک ہماری یہ خواہش ہے۔ کہ اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم تمام دنیا پر غالب آجائے ہمیں اس کا انکار نہیں۔ لیکن ایک ادنیٰ عقل والا بھی اسے سیاست نہیں کہہ سکتا۔ یہ ایک خالص مذہبی خواہش ہے۔ یہ خواہش سیاسی تب بنتی ہے جب اس کے حاصل کرنے کے لئے سیاسی جتھے بنائے جائیں۔ سیاسی پارٹیاں بنائی جائیں یا حکومت پر قبضہ کیا جائے تب اس کا نام سیاست ہوگا۔ اس سے پہلے یہ صرف مذہب ہے۔ پھر صرف مذہب ہی نہیں چاہتا کہ وہ دوسروں پر غالب ہو۔ فلسفہ بھی یہی چاہتا ہے۔ جب کوئی شخص فلسفہ پڑھتا ہے۔ اور اقتصادی اور معاشی حالات کے ماتحت علم حاصل کرتا ہے۔ تو وہ بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ ان میں سے اچھی باتوں کو دنیا میں جاری کیا جائے۔ اس خواہش کی بنا پر ہم اسے ایک فلسفی تو کہیں گے۔ لیکن ایک انقلابی نہیں کہیں گے۔ جس طرح اسلام کے متعلق اس قسم کی خواہش رکھنے والے کو ہم مذہبی کہیں گے۔ انقلابی نہیں کہیں گے۔ اسی طرح فلسفیانہ تجربوں کے ماتحت

اقتصادی اور معاشی تغیر

کی خواہش رکھنے والے کو ہم صرف فلسفی کہیں گے لیکن جب اس کے لئے جوڑ توڑ ہوں گے۔ اور اس کے لئے آئینی طریق استعمال کئے جائیں گے۔ تو ہم کہیں گے آئینی سیاست ہے۔ اور جب یہ جوڑ توڑ غیر آئینی طریقوں سے ہوں گے۔ تو ہم اسے غیر آئینی سیاست کہیں گے۔ لیکن منبع کے لحاظ سے وہ صرف فلسفہ ہوگا یا صرف مذہب ہوگا۔ غرض دوسرے لوگ کچھ کہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم دنیوی حکومت نہیں چاہتے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہماری زندگیاں تبلیغ اور اشاعت اسلام میں لگ جائیں۔ باقی یہ کہ کسی جگہ احمدی زیادہ ہو جائیں۔ اور جمہوریت کے لحاظ سے وہ زیادہ نمائندگی کا حق رکھتے ہوں۔ تو یہ ہماری تحریک کا حصہ نہیں۔ یہ ایک اتفاقی حادثہ ہوگا ہماری دلچسپی صرف اس میں ہے۔ کہ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی تبلیغ پھیل جائے۔ اور پھر اسلام

تمام ادیان پر غالب

آجائے۔ جس طرح کہ وہ قدیم ایام میں غالب تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور اسی کام کے لئے تحریک جدید کو جاری کیا گیا ہے۔

یہی کام ہر مسلمان پر واجب قرار دیا گیا ہے پس یہ تحریک کسی خاص گروہ سے مختص نہیں بلکہ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اس میں حصہ لے۔ جو احمدی اس تحریک میں حصہ نہیں لے گا۔ ہم اُسے احمدیت اور اسلام میں کمزور سمجھیں گے۔ کیونکہ جس شخص کے دل میں یہ خواہش نہیں۔ کہ وہ

اسلام کی خدمت

اور احمدیت کی اشاعت کے لئے کچھ خرچ کرے۔ اس کا اسلام لانا یا احمدیت تبدیل کرنا محض بےکار ہے۔

میں نے جیسا کہ پہلے بھی بتایا ہے۔ پہلے دور والوں اور دوسرے دور والوں میں میں نے فرق رکھا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ

سابقون الاولون

ہیں۔ ۱۹ سال کے بعد ان کے نام چھپوا کر لائبریریوں میں رکھے جائیں۔ جماعتوں کے اندر پھیلائے جائیں۔ خود ان کے پاس یادگار کے طور پر بھیجے جائیں تا وہ انہیں اپنی زندگی میں

بطور یادگار

اپنے پاس رکھیں اور اپنے بعد اپنی نسلوں کے لئے یادگار کے طور پر چھوڑ جائیں

میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ پہلے لوگوں نے

انتہائی قسم کی قربانی

کی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ جماعت کے بعض مردوں اور عورتوں نے اس تحریک میں اپنی پانچ پانچ چھ چھ ماہ کی آمد لکھوا دی تھی

اور اس کی وجہ یہ تھی

کہ یہ تحریک پہلے محدود عرصہ کے لئے تھی اور انہوں نے خیال کیا کہ چلو اتنے سال ہم قربانی کر لیں۔ اب اسے ہمیشہ کے لئے کر دیا گیا ہے۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لئے اتنی قربانی کرنا درحقیقت ایسا بوجھ ہے کہ اسے ہر شخص نہیں اٹھا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ بغیر اولاد کے ہوں۔ یا اپنے اخراجات بہت کفایت سے کرتے ہوں۔ ان کو مستثنیٰ سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ اگر چاہیں تو اپنی قربانی کو اسی معیار پر رکھیں۔ لیکن باقی لوگوں کے لئے جنہوں نے پہلے سالوں میں بہت زیادہ قربانی کی۔ میری تجویز ہے کہ وہ اپنے معیار قربانی کو گرا دیں مگر یکدم گرانے سے چونکہ بجٹ کو نقصان پہنچے گا۔ اس لئے وہ یکدم نہ گرائیں۔ بلکہ ہر سال دس دس فی صدی کمی کرتے جائیں۔ میرے نزدیک موجودہ آمدنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنی ایک ماہ کی آمد کا پچاس فی صدی دے دیتا ہے۔ تو یہ ایک اچھی قربانی ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ دوسرے چندے بھی ہیں۔ جو فرضاً دینے پڑتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص

اپنی ایک ماہ کی آمد کا نصف

دے دیتا ہے۔ مثلاً اس کی سو روپیہ ماہوار آمد ہے۔ تو وہ پچاس روپے ماہوار وعدہ لکھوائے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے اچھی قربانی کی ہے۔ اور اگر وہ ایک ماہ کی پوری آمد یعنی سو کی سو روپے ہی وعدہ لکھوا دے تو ہم سمجھیں گے کہ اس نے تکلیف اٹھا کر قربانی کی ہے۔ لیکن جنہوں نے پانچ پانچ یا چھ چھ ماہ کی آمدنیاں چندہ لکھوا دی ہیں۔ وہ اگر اپنی قربانی کو آئندہ بھی اسی معیار پر رکھیں تو وہ گھر کے نظام کو بگاڑنے والے ہوں گے۔ سوائے چند افراد کے جن کے اخراجات محدود ہیں۔ عام حالات میں یہ اجازت ہے بلکہ میں یہ پسند کروں گا کہ ایسے لوگ ہر سال دس فی صدی کے حساب سے اپنا چندہ کم کرتے جائیں یہاں تک کہ چندہ ایک ماہ کی آمد کے برابر ہو جائے تا اتنے عرصہ میں دور دوم کو ترقی حاصل ہو جائے۔ اور چندہ کی مقدار بڑھ جائے۔

پس ہر احمدی مرد اور ہر احمدی بالغ عورت کا فرض ہے کہ اس تحریک میں شامل ہو۔ بلکہ بچوں میں بھی تحریک کی جائے۔ اور رسمی طور پر (نہیں) اپنے ساتھ شامل کیا جائے۔ مثلاً اپنے وعدہ کے ساتھ ان کی طرف سے بھی کچھ حصہ ڈال دیں چاہے ایک پیسہ ہو دو پیسے ہوں یا ایک آنہ ہو۔ اس سے ان کے دلوں میں تحریک ہو گی۔ بلکہ بجائے بچہ کی طرف سے خود وعدہ لکھوانے کے اسے کہو۔ کہ وہ خود وعدہ لکھوائے اس سے اس کے اندر یہ احساس پیدا ہو گا۔ کہ میں چندہ دے رہا ہوں۔ بعض لوگ

بچوں کی طرف سے چندہ

لکھوا دیتے ہیں۔ لیکن انہیں بتاتے نہیں اس سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا بچے کی یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ سوال کرتا ہے۔ جب تم اس سے کہو گے۔ کہ جاؤ تم اپنی طرف سے چندہ لکھواؤ۔ تو وہ پوچھے گا۔ چندہ کیا ہوتا ہے۔ اور جب تم چندہ کی تشریح کرو گے تو وہ پوچھے گا۔ یہ چندہ کیوں ہے۔ پھر تم اس کے اسلام کی مشکلات اور اس کی خوبیاں بیان کرو گے۔ پس بچہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ سوال کرتا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ان کے اندر نئی روح پیدا ہو گی۔ اور بچپن سے ہی ان کے اندر اسلام کی خدمت کی رغبت پیدا ہو گی۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ مغربی پاکستان کے لئے

وعدوں کی آخری تاریخ

۱۵ر فروری ہو گی۔ اور مشرقی پاکستان کے لئے آخری مارچ کی میعاد مقرر کرتا ہوں۔ ایسے غیر ممالک کے لئے جن میں ہندوستانی بکثرت آباد ہیں حسب دستور آخری اپریل تک کی میعاد ہے۔ اور جن ممالک میں ہندوستانی کثرت سے نہیں پائے جاتے ان کے لئے وعدوں کی آخری میعاد ۱۵ر جون ہو گی۔ ان تاریخوں تک وعدوں کی لسٹیں آ جانی چاہئیں۔ مگر چونکہ بجٹ دسمبر میں بن جاتا ہے۔ اس لئے تمام جماعتوں کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنے وعدے ۱۵ر دسمبر تک بھجوا دیں۔ تا کہ اس پر آئندہ بجٹ کی بنیاد رکھی جا سکے۔

میں پہلے دور والوں سے یہ کہتا ہوں کہ وہ بجائے سستی کے کہ میں نے ان کے لئے نرمی پیدا کر دی ہے۔

اپنے اندر چستی پیدا کریں

اور ان میں سے ہر ایک دو دو آدمیوں کو تحریک کر کے ان کے وعدے لکھوائے۔ اس طرح امید ہے کہ دور دوم کی اتنی رقم ہو جائے گی۔ کہ اس سے تبلیغ وسیع کی جا سکے

سر دست دفتر دوم والوں کی قربانی کا معیار بہت کم ہے۔ اور وصول بھی ۹۴-۹۵ ہزار کی ہوتی ہے۔ اور وعدے سوا ڈیڑھ لاکھ کے ہوتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ۹۴-۹۵ ہزار کے ساتھ دنیا میں تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ تحریک جدید کا سالانہ بجٹ کم سے کم ساڑھے چار لاکھ کا بنتا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ یہ کام ۹۵ ہزار روپے سے نہیں ہو سکتا۔ اور موجودہ بجٹ سے بھی جو کام ہوتا ہے۔ وہ بہت ناقص ہے۔ جب تک اپنے مشنوں کا سائر کا بجٹ نہ بڑھ جائے۔ انہیں

کتابوں اور لٹریچر کی اشاعت

کے لئے رقم نہ دیں۔ انہیں دوروں کے لئے خرچ نہ دیں تبلیغ وسیع نہیں ہو سکتی۔ ایک آدمی کو کسی غیر ملک میں بٹھا دینا۔ اور اس کو ڈیڑھ دو سو روپیہ ماہوار دے دینا اس سے تبلیغ وسیع نہیں ہو سکتی۔ اتنی رقم تو ان ملکوں کے لحاظ سے ایک مبلغ کی خوراک کے لئے بھی کافی نہیں۔ ہم نے اگر تبلیغ کو وسیع کرنا ہے تو آہستہ آہستہ ہمیں مبلغوں کے اخراجات کو کم از کم ان ملکوں کے مزدور کے برابر کرنا پڑے گا۔ اور انہیں کافی مقدار میں سائر اخراجات دینے پڑیں گے تا وہ ملک میں دورے کر سکیں۔ لیکچر دے سکیں کتب اور پمفلٹ شائع کر سکیں۔ اگر موجودہ مشنوں پر ہی ہم آئندہ تبلیغ کی بنیاد رکھیں۔ اور سائر کے اخراجات کافی مقدار میں دیں۔ تو موجودہ اخراجات سے دو گنے اخراجات کم سے کم ہمیں برداشت کرنے ہوں گے۔ اس وقت ہمارا کل بجٹ ساڑھے چار لاکھ ہے گویا ہم نو لاکھ روپے سے محدود طور پر تبلیغ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم یورپین طریق پر چلیں تو ہم موجودہ مبلغوں سے ۱۸ لاکھ روپیہ خرچ کر کے کام لے سکتے ہیں۔ اگر ہم ۱۸ لاکھ روپیہ تبلیغ کے لئے خرچ کریں تو ہمارے مبلغ دورے کر کے مختلف شہروں میں لیکچر دے سکتے ہیں۔ . . . . لیکچروں کے لئے ہال کرایہ پر لے سکتے ہیں۔ بڑے لوگوں سے مل سکتے ہیں۔ لٹریچر شائع کرنے اور اسے تقسیم کرنے کے ذریعہ تبلیغ کو وسیع کر سکتے ہیں۔ لیکن

ہمارے موجودہ مبلغین

تو نہایت محدود تعداد میں ہیں۔ کجا ۵۶ لاکھ اور کجا دو سو۔ گویا ہمارے مبلغین عیسائی مبلغین کا ۲۸ ہزارواں حصہ ہیں۔ یعنی ۲۸ ہزار روپیہ کے مقابلہ میں ہماری حیثیت صرف ایک روپیہ کی ہے۔ لیکن پھر بھی اگر موجودہ مشنوں کو اعلیٰ پیمانہ پر قائم کیا جائے۔ اگر انہیں سائر اخراجات عمدگی سے دیئے جائیں تو وہ کئی گنا زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ ہم عام طور پر ایک مبلغ کو چار پانچ پونڈ ماہوار تبلیغ کے لئے دیتے ہیں۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا وہ اس رقم میں ملک کے وسیع دورے کر سکتا ہے؟ وہ لٹریچر شائع کر سکتا ہے؟ وہاں تو ایک لیکچر کے لئے اتنی رقم میں ایک دفعہ ایک ہال ہی کرایہ پر لیا جا سکتا ہے۔ پھر وہ اس جگہ تک پہنچے گا کس طرح پھر انٹرسٹ رکھنے والوں کو لٹریچر کیسے مہیا کرے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اپنے مبلغین کو کم از کم سو سو پونڈ ماہوار سائر کے لئے دیں تو انہیں کسی حد تک آزادی نصیب ہو سکتی ہے کہ وہ ملک کے دورے کریں۔ لیکچر دیں اور لٹریچر تقسیم کریں۔ اس دن کے لئے ہمیں تیار ہونا چاہئے۔ اور یہ تیاری تبھی ہو سکتی ہے۔ جب

جماعت کا ہر فرد یہ محسوس کرے

کہ اس کی زندگی کے تمام کاموں میں سب سے اہم کام تبلیغ اور اشاعت اسلام ہے۔ اور اس وقت ہمارے مشن زیادہ تر افریقن اور ایشیائی ممالک میں ہیں۔ گو بعض یورپین اور امریکن ممالک میں بھی ہیں ہم نے ان مشنوں کی تعداد کو بڑھانا ہے۔ اور انہیں اس قدر مضبوط کرنا ہے کہ ہم اسلام کو پھیلا سکیں اگر ہم ایسا نہ کریں۔ تو جو بیج ہم نے پھینکا ہے وہ بھی رائیگاں جائے گا۔ تم جانتے ہو کہ جب تم کہیں کھیت میں گندم بوتے ہو تو پھر اس کی نگہداشت کرتے ہو۔ اسے وقت پر پانی دیتے ہو۔ تب جا کر تم اس کھیت سے فصل حاصل کرتے ہو۔ لیکن اگر تم ایک ایکڑ میں ۲۰-۲۵ سیر دانے پھینک دو اور پھر اس میں ایک لوٹا پانی کا گرا دو۔ تو تمہارے ۲۰-۲۵ سیر دانے جو تم نے بیج کے طور پر پھینکے تھے۔ وہ بھی ضائع ہو جائیں گے۔ اور کسی فصل کی بھی تم امید نہیں کر سکو گے۔ اسی طرح اگر ہم نے تبلیغ کے اخراجات کو نہ بڑھایا۔ تو موجودہ دو سو مبلغ بھی ضائع ہو جائیں گے۔ اگر ان مبلغین کے لئے سامان بہم نہ پہنچائے گئے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ موجودہ حالت میں تو ہم ان کے لئے خوراک بھی مہیا نہیں کر رہے۔ پس چاہئے کہ جماعت

قربانی کے لئے تیار ہو جائے

ہر احمدی فرد۔ ہر سیکرٹری۔ ہر پریذیڈنٹ اور ہر بارسوخ آدمی کا فرض ہے کہ وہ جماعت کے تمام افراد میں تحریک کر کے ان سے تحریک جدید کے وعدے لے۔ ان وعدوں کی اطلاع مرکز کو دے۔ اور پھر ان کی وصولی کے لئے پوری کوشش کرے۔ دور اول سے دور دوم کی طرف آنے کی وجہ سے تحریک جدید کو نقصان نہ پہنچے۔ بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر جائے۔

مجاہدین سلسلہ سے ضروری گذارش

حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ر نومبر جس میں حضور نے تحریک جدید کے نئے دور کے آغاز کا اعلان فرمایا ہے۔ احباب کی خدمت میں پیشتر ازیں بھجوایا جا چکا ہے۔ اس تحریک کے متعلق حضور کا دوسرا خطبہ فرمودہ ۴ر دسمبر احباب کی خدمت میں پیش ہے۔ سیدنا حضرت اقدس نے ان ہر دو خطبات میں نہایت پُر معارف اور لطیف انداز میں جماعت کو اس مقدس تحریک کی اہمیت اور اس سے وابستہ بلند مقاصد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قربانی کے لئے بلایا ہے۔

ابتک جو عظیم الشان کام تحریک جدید کے ذریعہ سے سرانجام پا چکا ہے اور جو غیر معمولی ترقیات آئندہ اسکے ساتھ وابستہ ہیں وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں گذشتہ ۱۹ سالوں میں اس تحریک کے ذریعہ سے جماعت کو خدمتِ اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کی توفیق ملی۔ اس کی مثال جماعت کی گذشتہ تاریخ میں نہیں ملتی اور نہ ہی سوائے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے اسلام کے کسی اور دور میں ایسی خدمت اور قربانی کا نمونہ ملتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ دنیا کے تمام کونوں تک اسلام کا پیغام پہنچانیکا کام اس قدر وسیع ہے کہ اسکے لئے مسلسل کوشش اور غیر معمولی جدوجہد اور قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اسی لئے اس تحریک کو حضرت اقدس نے ایک معین عرصہ تک محدود رکھنے کی بجائے ایک مستقل شکل دیکر اسے جماعت احمدیہ کی زندگی کیساتھ اس طرح وابستہ فرما دیا ہے کہ جبتک تمام دنیا احمدیت کے جھنڈے کے نیچے جمع نہیں ہو جاتی اس وقت تک یہ مالی جہاد کا دور جاری رہے گا۔

گو یہ تحریک طوعی ہے مگر امام جماعت کے منشار کے مطابق اس میں ہر فرد کیلئے حصہ لینا ضروری ہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:-

"گو اس تحریک میں شامل ہونا اختیاری ہو گا۔ مگر جو شخص شامل ہونے کی اہلیت رکھنے کے باوجود اس خیال کے ماتحت شامل نہیں ہوتا کہ خلیفہ وقت نے شمولیت کو اختیاری قرار دیا ہے وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں یا مرنے کے بعد اگلے جہان میں پکڑا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ذرہ بھی رکھتا ہے میری اس تحریک پر آگے آئیگا۔ اور وہ شخص جو اللہ تعالےٰ کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کا ایمان کھویا جائے گا۔"

۲ "ہم تو جب بھی کوئی بات کہیں گے محبت اور پیار سے ہی کہیں گے! در اگر اس سے کوئی یہ استدلال کرتا ہے کہ حکم نہیں تو اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے احکام دینا نہ تو ہمارے اختیار میں ہے نہ ہی ہم ایسے احکام کے نفاذ کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور ایسے لوگ جو حکم کی تلاش کرتے ہیں وہ اس جماعت میں شامل ہونے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ فائدہ وہی حاصل کر سکتا ہے۔ جو محبت کے تعلق کو قائم رکھا اور یہ نہ دیکھے کہ کوئی بات حکماً کہی گئی ہے بلکہ صرف یہ دیکھے کہ جس سے پیار ہے اس کی بات کو وزن دینا ضروری ہے اور اس کے نقشِ قدم پر چلنا لازمی ہے۔"

تحریک جدید کے نئے دور کا آغاز فرماتے ہوئے حضرت اقدس نے جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کو قربانی کے لئے بلایا ہے اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہر احمدی بشاشت ایمانی اور غیر معمولی جذبہ کے ساتھ آگے آئے اور خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے صدق و صفا کا اعلیٰ نمونہ پیش کرے اور اسلام و احمدیت کی اشاعت و ترقی کے لئے اپنا حقیر مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر کے اس بات کا عملی طور پر ثبوت دے کہ وہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا ہے۔

حضرت اقدس کا خطبہ جمعہ مورخہ ۷۴/۱۱/۲۷ بھجواتے ہوئے جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے عہدیداران کو فارم وعدہ جات ارسال کئے جا چکے ہیں اور دفتر تحریک جدید کی طرف سے جنوری ۱۹۷۵ء کے پہلے ہفتہ تک وعدہ جات موصول ہونے والے احباب کے نام حضور کی خدمت میں بغرض دعا پیش کئے جا رہے ہیں۔ جملہ جماعتوں کے عہدیداران احباب کو چاہیئے کہ وہ جلد از جلد اپنے وعدہ جات بھجوا کر سابقون اولون میں شامل ہوں۔ ایسے احباب جو اپنے وعدہ جات یا اس کے کچھ حصہ کو فوری طور پر ادا کرنے کے قابل ہوں ان کو چاہیئے کہ وہ وعدوں کے ساتھ ہی ادائیگی بھی کر کے اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

فقط والسلام

وکیل المال تحریکِ جدید قادیان

مختصر رپورٹ جلسہ سالانہ قادیان دارالامان

منعقدہ ۲۶ر-۲۷ر-۲۸ر دسمبر ۱۹۵۳ء

مرتبہ مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی

۲۶ر دسمبر ۱۹۵۳ء

افتتاحی تقریر

آج صبح زیر صدارت حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب آف سکندرآباد دکن جلسہ سالانہ کے پہلے دن کی کارروائی تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد شروع ہوئی۔ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ و امیر جماعت قادیان نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے پھر ہمیں موقعہ عطا فرمایا ہے کہ ہم دارالامان میں اپنے باسٹھویں سالانہ جلسہ کا انعقاد کریں۔ اور اس جلسہ گاہ میں اکٹھے ہو کر اس سنت کا احیاء کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے لئے مقرر فرمائی ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے نام کی بلندی کے لئے اس مقدس مقام پر جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ایک فرستادہ کے ذریعہ برکت دی ہے۔ اور جسے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ظل کی حیثیت سے ارضِ حرم قرار دیا ہے۔ اپنی ناچیز کوششیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔ بیشک اسوقت ہماری حالت اس بچہ کی سی ہے جسے دودھ پیتے ہوئے اپنی ماں کی چھاتیوں سے زبردستی جدا کر دیا گیا ہو۔ لیکن جس مقصد کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (خدا کی لاکھوں لاکھ رحمتیں اس پر اور اس کے مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوں) اس بستی میں مبعوث ہوئے۔ ہم نے اس مقصد کو بہر حال پورا کرنا ہے اور گو اسوقت جماعت احمدیہ کے معتدبہ حصہ اور جماعت کے آقا و امام کو ہجرت کے داغ سے دوچار ہونا پڑا ہے اور ہم نہایت قلیل تعداد میں یہاں رہ گئے ہیں۔ تاہم ہماری ذمہ واریاں کم نہیں ہوئیں بلکہ زیادہ ہوگئی ہیں۔ کیونکہ تعداد کی زیادتی ذمہ واریوں کو تقسیم کر کے کم کر دیتی اور تعداد کی کمی ذمہ واریوں کو بڑھا دیتی ہے۔ اور جبکہ ہمارے پیارے اور مقدس امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ عارضی طور پر اس تخت گاہ رسول سے اور ہم غلاموں سے جدا ہیں اور ہم حضور ایدہ اللہ کے کلماتِ طیبات اپنے کانوں سے سن نہیں سکتے۔ ہمارا فرض ہے کہ حضور کے بھجوائے ہوئے ارشادات اور ہدایات پر عمل کریں۔ اور ان کو مشعلِ راہ بنا کر آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اگر ہم کما حقہٗ ایسا کر سکیں اور اپنی زندگیاں حضور کے تجویز فرمودہ لائحہ عمل کے مطابق ڈھال لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان برکتوں اور رحمتوں سے حصہ نہ پائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کے لئے مقدر کر رکھی ہیں۔

میرے بھائیو! ہمارے ناتواں کندھوں پر بہت بھاری ذمہ داریاں آن پڑی ہیں ہم باعتبار تعداد نہایت قلیل ہیں۔ لیکن ہمارے سامنے بہت بڑا کام ہے اور وہ یہ کہ ہم نے بھارت جیسے بڑے ملک کو جس کی آبادی اس وقت قریباً چھتیس کروڑ ہے اسلامی تمدن۔ اسلامی اخلاق اور اسلامی رواداری کا اعلیٰ نمونہ دکھا کر اس ساری آبادی کو معترف کرنا ہے کہ مخالفین اسلام جو اعتراضات اپنی کم فہمی کی وجہ سے آئے دن اسلام پر کرتے رہتے ہیں اسلام ان سے پاک ہے۔ اور پھر ہمارا یہ بھی کام ہے کہ ہم کوشش کریں کہ ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو گذشتہ انقلاب کے ایام میں جو زخم لگے ہیں وہ ہماری رواداری اور محبت کے جذبات سے مندمل ہو جائیں۔ اور ہمارا ملک بلا امتیاز مذہب و ملت باہمی محبت، پریم اور آشتی حاصل کر سکے۔ پس ہمیں ایسے حالات پیدا کرنا ہے کہ بھارت کی تمام قومیں متفق و متحد ہو جائیں۔ یہ کام موجودہ حالات میں بہت زیادہ مشکل ہے۔ مگر چونکہ ہم اس نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں۔ جس کی پاک تعلیم اور نیک نمونہ نے ہمارے ملک کی نسبت زیادہ بگڑے ہوئے حالات والے ملک یعنی عرب میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا تھا۔ اور غیر معمولی حالات میں ان قلوب کو فتح کر لیا تھا جو شروع میں آپؐ سے اور آپؐ کی تعلیم سے سخت متنفر تھے۔ اور آپؐ کے حلقہ بگوشوں نے باہمی اخوت و محبت کا وہ نمونہ دکھایا کہ حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ گئے۔ اور پھر ہم اس آقا کے غلام ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں قادیان میں مبعوث فرمایا اور جسے خدا نے "امن کا شہزادہ" قرار دیا اور جس نے اپنا آخری پیغام "پیغام صلح" کے نام سے دیا۔ آؤ آج ہم اس عہد کے ساتھ جلسہ میں بیٹھیں کہ ہم ان تمام عہدوں کو پورا کریں گے جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں داخل ہوتے وقت کئے تھے ہماری جماعت اور ہمارا مرکز بیشک مشکلات سے دوچار ہے لیکن ہمارے آقا نے فرمایا ہے کہ ؎

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر در پیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانے کے دن

پس گو یہ دن سخت ہیں مگر یہی دن روحانی بلندی تک پہنچنے کے ہیں۔ آؤ ہم اپنی روحانی تنظیم اور اپنے اخلاق کو بلند کریں اپنی باہمی محبت اور فرمانبرداری سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں اور دنیا پر ثابت کر دیں کہ اس مادی دنیا میں روحانیت کی شمع آج بھی روشن ہے۔

ہماری جماعت کو گذشتہ ایام میں بہت سی مشکلات میں سے گذرنا پڑا اور ہمارے مخالفین نے ہماری جماعت کو نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن ہمارے خدا نے اپنے وعدوں کے مطابق ہماری نصرت فرمائی۔ ہم اس کا شکر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں آئندہ بھی ثابت قدم رکھے۔ اور ہر نیا دن ہمارے لئے نئی برکتیں اور نیا نور لانے کا باعث ہو۔ اب میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس جلسہ کو کامیاب فرمائے اور ہم جس مقصد کے حصول کے لئے اس جلسہ کا انعقاد کر رہے ہیں وہ ہمیں حاصل ہو جائے اور ہم اس کے فیوض و برکات سے متمتع ہوں۔ ہمارے سارے کام وہ خود ہی اپنے فضل سے بنا دے کہ ہم اس کے فضل کے بغیر کچھ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

میں ہندوستان سے آنے والے اور پاکستان سے آنے والے تمام دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جلسہ کے ایام میں ساری تقریروں کو پوری توجہ سے سنیں اور اپنے قیمتی اوقات کو ضائع نہ کریں اور اس قیمتی موقعہ سے جو ایک سال کے بعد میسر آیا ہے۔ پورا پورا فائدہ اٹھائیں

(اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے لمبی دعا فرمائی)

پیغام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

اس کے بعد مکرم جناب چوہدری اسداللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور جو پاکستانی قافلہ کے ساتھ تشریف لائے تھے اور پاکستانی قافلہ کے امیر بھی تھے نے حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام مع مناسب تشریح کے سنایا جو حضور نے بذریعہ تار ارسال فرمایا تھا۔

تار کا ترجمہ اردو زبان میں سناتے ہوئے چوہدری صاحب موصوف نے فرمایا کہ حضرت اقدس نے جو پیغام ارسال فرمایا ہے وہ اپنے الفاظ کے اعتبار سے بے شک مختصر ہے مگر اپنے معانی اور مفہوم کے لحاظ سے بہت وسیع ہے۔ حضرت مصلح موعود نے تمام حاضرین جلسہ کو سلام کہا ہے۔ اور اس میں کوئی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ اس وقت جلسہ کے اندر جو لوگ موجود ہیں چاہے وہ مسلمان ہوں یا ہندو ہوں یا سکھ ہوں یا عیسائی ہوں سب کو سلامتی کا پیغام دیا ہے اور فرمایا ہے کہ سلامتی ہو خدا کی طرف سے تم سب پر۔

حضور نے اپنی جماعت کو یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ارادوں اور امنگوں کو بلند رکھو اور اپنے اخلاق کا ایسا عمدہ نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کرو کہ وہ تمہارے گرویدہ ہو جائیں۔ پھر فرمایا ہے کہ تم سب اتحاد اور اتفاق کو قائم رکھو کہ انسان اور انسانیت کے حقوق کے تحفظ کے لئے وہ قربانیاں کرتے چلے جاؤ جو اس کے لئے ضروری ہیں اور تم چونکہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم دنیا میں امن کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اتنے بڑے اور اہم کام کے لئے اسی نسبت سے قربانیاں بھی کرو۔ اور اپنے اندر خدائی صفات اور خدائی اخلاق پیدا کرو اور اپنے آپ کو اس رنگ میں ڈھال لو کہ تمہارا چلنا۔ تمہارا پھرنا۔ تمہارا بیٹھنا۔ تمہارا اٹھنا۔ تمہاری حرکت بلکہ تمہارا سکون اور تمہاری خاموشی بھی اپنے اندر امن اور محبت کا پیغام رکھتی ہو۔

ذکرِ حبیبؑ

حضور کے اس پیغام کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ نے "ذکرِ حبیب" (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے موضوع پر تقریر فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں اس وقت ایک ایسے موضوع پر تقریر

کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ ایسا موضوع ہے کہ ہمارے جلسوں میں ہمیشہ یہ موضوع صرف صحابہ کرام کے ہی سپرد کیا جاتا رہا ہے۔ اس مرتبہ چونکہ کوئی صحابی ایسے نہ مل سکے جو تقریر کر سکتے اس لئے مجبوراً یہ موضوع میرے سپرد کیا گیا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ مبارک نہیں دیکھا اس لئے میں جو کچھ بیان کروں گا وہ آپ کے اپنے بیان فرمودہ اور آپ کے صحابہ کے بیان کردہ ہی ہوگا۔

اس تمہید کے بعد صاحبزادہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ کے ساتھ آپ کے گہرے اور دوستانہ مراسم اور رواداری کے متعلق ایک لمبی تقریر فرمائی۔ جو نصف گھنٹہ جاری رہی۔ اس کے بعد مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ سلسلہ نے ایک تقریر فرمائی۔ جس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

"بھارت اور فرقہ داریت"

"جب ہمارا ملک غیر ملکی اقتدار کے پنجہ سے آزاد ہو چکا اور ملک کے نیتاؤں اور ایثار پسند لیڈروں کی قربانیاں پھل لا چکیں تو بھارت نے نہایت سرعت رفتاری کے ساتھ ترقی کی منازل طے کرنا شروع کیں۔ اور ابھی تاریخ آزادی پر سوا دو سال سے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ ملک کا آئین تیار کر لیا گیا اور ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء سے اسے رائج بھی کر دیا گیا۔ اس کی رُو سے ہمارا ملک "آزاد جمہوریت" کے نام سے موسوم ہوا اس کے ماتحت ہماری حکومت لادینی حکومت یعنی سیکولر سٹیٹ قرار پائی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں۔ بلکہ وہ ایک مجموعہ ہے ہر مذہب وملت کے افراد کا۔ اور حکومت پابند ہے ہر مذہب کی حفاظت کی ہمیں خوشی ہے کہ بھارت نے سیکولرازم اختیار کر کے اپنے تمام باشندوں کو، تمام مذاہب کو اور تمام فرق کو بلا تفریق پنپنے کی قانونی طور پر اجازت دی ہے۔ اور یہ ہمارے تجربہ کار لیڈروں کا ایسا اقدام ہے جو بھارت کو ترقی کی منازل طے کرنے میں بہت زیادہ ممد ثابت ہوگا۔ اس بارہ میں ملک کے سیاسی لیڈر آزادی سے قبل بھی اور آزادی کے بعد بھی وقتاً فوقتاً مختلف مواقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں کہ ہندوستان میں ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔

پس بھارت نے اپنے آئین میں ہر شخص کو مذہبی آزادی دے کر اور تمام بھارت واسیوں کے مساویانہ شہری حقوق کو تسلیم کر کے اور چھوت چھات کو ختم کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عملی طور پر یہ چھوت چھات ابھی ختم نہیں ہو سکی جیسا کہ اپ راشٹر پتی ڈاکٹر رادھا کرشنن نے انبالہ میں ۱۹ر دسمبر ۱۹۵۴ء کو تقریر کرتے ہوئے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ فرقہ داریت کو دور کرنے کے لئے اور ترقی کے ذرائع کو وسیع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہندوستان کے تمام مذاہب متفقہ طور پر تعمیری کاموں میں لگ جائیں۔ باہمی منافرت کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جبری تبدیلی مذہب کو جرم قرار دیا جائے اور اخبارات پر پابندی لگائی جائے کہ وہ ایسے مضامین اور خبریں شائع کرنے سے احتراز کریں جن سے فرقہ داریت کی بُو آتی ہو۔ اسی طرح جیسا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ ظالم کی مدد اس طرح کی جا سکے کہ اسے ظلم سے روکا جائے۔ اور مظلوم کی اس طرح کہ اس پر ظلم نہ ہونے دیا جائے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ اسلام نے تعلیم دی ہے کہ ہر مذہب کے پیشوا کی تعظیم وتکریم کی جائے۔ یہ ایک ایسا زرین اصول ہے کہ جس پر عمل کر کے تھوڑے ہی عرصہ میں ہندوستان کے تمام مذاہب آپس میں محبت اور آشتی پیدا کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد مکرم مولوی عبد المالک خان صاحب فاضل مبلغ کراچی جو علی برادران (مولانا محمد علی۔ شوکت علی کے بھتیجے ہیں) اور خان صاحب مولوی ذو الفقار علی خان صاحب آف رامپور کے صاحبزادے ہیں۔ نے "خاتم النبیین کا مفہوم جماعت احمدیہ کے نزدیک" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے متعلق عام طور پر جو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے یہ ہم پر محض الزام ہے اور صریحاً غلط ہے۔ ہمارا سارے قرآن کریم پر پورا پورا ایمان ہے۔ اور ہم ایک ایک لفظ ایک ایک حرف اور ایک ایک زیر زبر۔ پیش کو قابل عمل سمجھتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دوسرے مسلمان خاتم النبیین والی آیت کے جو معنی کرتے ہیں وہ ہمارے نزدیک غلط ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور عظمت شان کو گھٹانے والے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں متعدد آیات و احادیث کے حوالوں سے ثابت کیا کہ خاتم النبیین کے جو معنے جماعت احمدیہ کرتی ہے وہی درست ہیں۔ مولانا کی یہ تقریر قریباً ایک گھنٹہ جاری رہی۔

تقریر مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل دیالگڑھی

(بہ عنوان پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) فرمایا:۔

"پیشگوئیاں کرنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے وقتاً فوقتاً بھولی بھٹکی دنیا کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں اور دوسرے رمل جفر اور علم النجوم کے ذریعہ پیشگوئیاں کرتے ہیں مگر اول الذکر جو پیشگوئیاں کرتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے ماتحت اور دنیا کی اصلاح اور ازدیادِ ایمان کے لئے کرتے ہیں۔ اور آخر الذکر گروہ محض تماشہ گر ہوتا ہے۔ رمال۔ جفار اور منجم آوارہ قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور بالعموم اخلاقی گراوٹوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مامورین من اللہ کی پیشگوئیوں کی اصل غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ قادر وتوانا خدا کی ہستی کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور منجم وغیرہ محض لوگوں کو ڈرانے کے لئے پیشگوئیاں کرتے ہیں۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ مامور من اللہ کی پیشگوئیوں میں بھی انذار ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک انذار ہوتا ہے مگر یہ انذار مشروط ہوتا ہے۔ اس طرح کہ اگر دنیا نے اپنی اصلاح نہ کی تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے فلاں فلاں قسم کے عذاب آئینگے اور اگر اصلاح کر لی تو یہ عذاب ٹل جائیں گے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام انذاری پیشگوئیاں اپنے اندر رحمت کا پہلو بھی رکھتی ہیں۔

محترم مقرر نے محمدی بیگم والی پیشگوئی کے تمام پہلوؤں پر بالتفصیل بحث کی اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض دوسری پیشگوئیاں بیان کیں۔ جن میں سے بعض اپنی اپنی تفاصیل کے ساتھ لفظاً لفظاً پوری ہو چکی ہیں۔ اور بعض کے پورا ہونے کے لئے آئندہ کوئی زمانہ مقدر ہے۔ آئندہ زمانہ سے تعلق رکھنے والی اس پیشگوئی کے متعلق بھی آپ نے تفصیلاً بتایا کہ قادیان کی عظیم الشان ترقی مقدر ہے اتنی ترقی کہ آج جب کہ اس پیشگوئی کا پورا ہونا پردۂ مستقبل میں مستور ہے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتی۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی کی تقریر کے بعد مکرم مرزا وسیم احمد صاحب گیانی کی تقریر "مسلمان اور سکھ" کے عنوان سے ہونے والی تھی مگر چونکہ اس وقت بارش شروع ہو گئی اور مجبوراً جلسہ کا پروگرام کل پر ملتوی کرنا پڑا۔ اس لئے محترم صدر صاحب نے اعلان فرمایا کہ آج بارش کی وجہ سے جلسہ کی کارروائی مجبوراً بند کی جاتی ہے۔ اور کل بھی اگر بارش ہوئی تو جلسہ مسجد اقصےٰ میں منعقد ہوگا۔ اور گیانی واحد حسین صاحب کی تقریر کل دوسرے اجلاس میں ۴ سے ۵ بجے شام تک ہوگی۔

اس کے بعد پہلے دن کے جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔

خلاصہ تقریر مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی

(بہ عنوان ہندوستان میں مسلمانوں کے کارنامے)

۲۷ر دسمبر۔ آج جلسہ کا دوسرا دن تھا۔ آج کے پہلے اجلاس کی کارروائی زیر صدارت مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری فاضل شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی نے "ہندوستان میں مسلمانوں کے کارنامے" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ کس طرح مسلمان ہندوستان میں آئے اور اسے اپنا وطن بنا کر یہیں کے ہو گئے مسلمانوں نے ہندوستان سے بہت سے مصائب اور مظالم کو دور کر کے تہذیب وتمدن کی بنیاد رکھی۔ سڑکیں بنوائیں۔ قلعے تعمیر کروائے اور مدارس کا قیام کر کے ان میں بلا لحاظ مذہب وملت درس وتدریس کا انتظام وسیع پیمانہ پر کیا۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہاں عورتوں پر کئی قسم کے مظالم اور تشددات روا رکھے جاتے تھے۔ جنہیں مسلمان حکمرانوں نے روک دیا اور عورت کو مرد کے مساویانہ حقوق دلائے۔

محترم مقرر نے تاریخی شواہد پیش کرتے ہوئے ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔

اس کے بعد محترم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم وتربیت قادیان نے "ایک مثالی احمدی کا نمونہ" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری جماعت کا نام "جماعت احمدیہ" محض اس لئے تجویز فرمایا تھا۔ کہ مسلمانوں کے دوسرے فرق سے ملک کو امتیاز ہو ورنہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے اسی شریعت اور انہی احکام کی پابند اور قائل ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

کے ذریعہ ہمیں پہنچے۔ اور اس امتیازی نام کی ضرورت صرف اس لئے پیش آئی کہ گذشتہ چودہ سو سال کے طویل زمانہ کے مرور اور امتداد کی وجہ سے اسلام کا نقشہ مسلمانوں کی عملی حالت کی بناء پر کچھ عجیب قسم کا ہو گیا تھا۔ اور اغیار سمجھنے لگے تھے کہ اسلام ایک خونی اور جابر مذہب ہے۔ اور چونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امن اور سلامتی کی جو تعلیم دی تھی اس کا حلیہ بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کا نام "جماعت احمدیہ" رکھ کر دنیا کے سامنے اسلام کا صحیح خاکہ دوبارہ پیش کیا۔

جناب حکیم صاحب نے اپنی تقریر میں سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ کے وجود مبارک کو مثالی احمدی کے طور پر پیش کر کے حضور کے علم حلم تقویٰ رواداری اور بے مثال اخلاق فاضلہ بیان کئے اور بتایا کہ آج بیشک League of Nations اور یو۔این۔او جیسے ادارے کام کر رہے ہیں۔ اور امن کے قیام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ مگر حقیقی امن پیدا کرنا صرف روحانی انسان ہی کا کام ہے۔ اور آج اس دنیا میں اس مرتبہ کا روحانی انسان صرف ہمارے آقا حضرت اقدس امام جماعت احمدیہ ہی ہیں۔ اور آپ چونکہ امن اور سلامتی کے سمندر ہیں اس لئے دنیا میں حقیقی امن آپ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چل کر قائم ہو سکتا ہے۔

فاضل مقرر نے شرح و بسط سے ساتھ بتایا کہ ایک احمدی کے لئے کون کون سے اعمال ضروری ہیں جن کو دیکھ کر دشمن بھی کہہ اٹھے کہ واقعی یہ شخص حقیقی احمدی ہے۔

خلاصہ تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل

(بہ عنوان "امن کا شہزادہ")

(۲۷ر دسمبر۔ دوسرا دن۔ دوسرا اجلاس)

اس وقت دنیا کے مختلف مذاہب اپنے اپنے عقائد کے مطابق کسی نہ کسی روحانی مصلح کی آمد کے منتظر ہیں اور اس کے متعلق مختلف صفات کا خاکہ اپنے ذہنوں میں کھینچے ہوئے اس کے مختلف نام رکھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آنے والے کا نام مسیح ہوگا۔ کوئی اسے مہدی کے نام سے یاد کرتا ہے اور کوئی اسے کرشن کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ بعض کا عقیدہ ہے کہ وہ تلوار اور جبر کے ذریعہ ساری دنیا پر غلبہ حاصل کرے گا۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اس کے زمانہ میں جنگیں بند ہو کر امن ہو جائے گا۔ اور جہاں تک آنے والے کے لئے زمانہ کی تعیین کا تعلق ہے تمام تر مذاہب اس کا یہی زمانہ بتاتے ہیں۔ جس میں سے آج ہم گذر رہے ہیں۔

ہمارے عقیدہ کے مطابق وہ آنے والا موعود قادیان کی اس مقدس بستی میں آ چکا جس میں وہ تمام اعلیٰ صفات موجود تھیں جو مختلف مذاہب اپنے اپنے ذہنی موعود کے متعلق بتاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر دعوے فرمایا کہ میں ہی وہ موعود ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے موعود اقوام عالم بنا کر بھیجا ہے۔ میں ہی مسیح اور مہدی ہوں اور میں ہی کرشن ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر وہ تمام نشانات ظاہر فرمائے۔ جو موعود کے لئے مقدر تھے۔ اور جن میں سے بعض آئندہ اپنے وقت پر پورے ہوں گے۔ مگر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں فتنہ فساد اور خونریزی کے لئے نہیں آیا۔ اور نہ میں تلوار کے زور سے دنیا پر غلبہ حاصل کروں گا۔ بلکہ میں دنیا کے لئے امن اور شانتی کا پیغام لایا ہوں۔ اور میں ملکوں کا نہیں بلکہ دلوں کا فاتح ہوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں قیام امن کے لئے نہایت زریں تعلیم دی ہے۔ یعنی تمام پیشوایانِ مذاہب کی تکریم کی جائے اور یہی وجہ ہے کہ ہم ہر سال ایک جلسہ پیشوایانِ مذاہب منعقد کیا کرتے ہیں۔ جس میں تمام پیشوایانِ مذاہب کی زندگیوں کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہو۔ اس کے وفادار رہو۔ اس کے ماتحت ہماری جماعت جو آج دنیا کے ہر ملک میں موجود ہے اپنی اپنی حکومت کی وفادار ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے فرمایا کہ عدم تعاون اور بھوک ہڑتال وغیرہ کے طریق ناجائز ہیں۔ آپ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں جو آخری کتاب تصنیف فرمائی اس کا نام پیغام صلح ہے۔ اس میں آپ نے قیام امن کے لئے نہایت اعلیٰ اصول بیان فرمائے ہیں۔

گرنتھ صاحب اور ننکانہ صاحب کے جل کی پیشکش

اس کے بعد مکرم گیانی واحد حسین صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں پنجابی زبان میں "اسلام اور سکھ" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں اور سکھوں کی تعلیموں میں ایک بہت بڑی چیز مشترک ہے اور وہ ہے توحید الٰہی۔ اسلام نے بھی توحید الٰہی پر بہت زور دیا ہے۔ اور سکھ مذہب نے بھی۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ان دونوں مذاہب کو ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیتی ہے۔

گیانی صاحب نے بعض تعلیمات کا تطابق دونوں مذاہب کی مقدس کتابوں سے ثابت کیا۔ جسے سامعین نے نہایت خاموشی و سکون اور دلچسپی کے ساتھ سنا۔

اصل تقریر کے اختتام کے بعد جو دراصل اجلاس کا اختتام تھا۔ گیانی صاحب نے بتایا کہ میں ہر سال ننکانہ صاحب جایا کرتا ہوں اور اس مرتبہ بھی وہاں سے ہو کر آیا ہوں۔ ننکانہ صاحب سے میں اپنے سکھ بھائیوں کے لئے پوتر پانی (امرت) اور ننکانہ صاحب کے قدموں کی خاک (چرن دھوڑ) بھی لایا ہوں۔ آپ نے بتایا کہ سردار ہزارہ سنگھ صاحب جتھیدار جو ننکانہ صاحب میں مقیم ہیں اور وہاں کے منیجر ہیں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کو سرانجام دے رہے ہیں۔ اور انہوں نے وہاں کے مسلمانوں سے اچھے تعلقات پیدا کر لئے ہیں اور امن اور آشتی کے حالات پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر جتھیدار صاحب مذکور کو مزید کچھ عرصہ ان فرائض کی ادائیگی کا موقع مل سکا تو وہ نہایت کامیاب منیجر ثابت ہوں گے۔

محترم مقرر نے منیجر صاحب ننکانہ صاحب کا سلام اور واہگورو جی کی فتح کا پیغام تمام سکھ دوستوں کو پہنچایا اور جب امرت کا ٹین جس پر منیجر صاحب ننکانہ صاحب کی تصدیقی تحریر چسپاں تھی جناب بابا ہر کشن سنگھ صاحب پرنسپل سکھ نیشنل کالج قادیان کو پیش کیا گیا تو سکھ دوست بہت خوش نظر آتے تھے۔ رواداری اور باہمی محبت کے ماحول سے متاثر ہو کر نعرے بلند کئے گئے مکرم گیانی صاحب نے فرمایا کہ گو ہماری جماعت دنیا کے سب دوسرے تمام مذاہب کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر چونکہ میری تقریر کا موضوع یہ تھا کہ مسلمانوں اور سکھوں کے حالات بیان کروں۔ اس لئے میں نے اس پر عمل کیا ہے ورنہ ہمارے نزدیک ہندو۔ بودھ۔ عیسائی اور دوسرے مذاہب کے ساتھ بھی باہمی رواداری اور محبت کا سلوک ہونا چاہیئے اور ہم اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

اس موقعہ پر گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر جنرل سیکرٹری سنگھ سبھا و وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان نے صدر جلسہ سے اجازت لیکر اپنے جذبات محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:۔

تقریر گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر

مرزا واحد حسین صاحب گیانی نے اپنے ساتھ شری گورو گرنتھ صاحب کے چار نسخے لا کر اور شری ننکانہ صاحب سے امرت (پوتر پانی) لا کر اور ساتھ ہی شری ننکانہ صاحب کے گوردوارہ کے قدموں کی خاک پاک لا کر ہم پر جو احسان کیا ہے ہم اس کے لئے گیانی صاحب کے ممنون ہیں۔ اور دلی جذبات سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مرزا واحد حسین صاحب نے رشتۂ محبت کو استوار کرنے اور رواداری اور تعلقات کو بڑھانے کے لئے جو نیک کوشش کی ہے ہم دل سے اس کی قدر کرتے ہیں۔ اور اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارا یہ باہمی رواداری کا جذبہ دن بدن ترقی کرے اور ہمارے تعلقات بہتر ہوتے چلے جائیں۔

مجھے یہ کہتے ہوئے جھجک محسوس نہیں ہو رہی بلکہ میں انبساط کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ہم جب تک جماعت احمدیہ سے دور دور رہے اور کبھی بھی ان کے کیرکٹر کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ہمارے دلوں میں احمدی کو بھائیوں کے خلاف نفرت کے جذبات تھے۔ اور ہم ان لوگوں کے متعلق کئی قسم کی بدگمانیوں میں مبتلا تھے۔ مگر جب ہم نے قریب سے ان کا مطالعہ کیا تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ان لوگوں کے اندر محبت پیار اور نہایت کا بہت بڑا جذبہ موجود ہے اور ہم اس سے پہلے دن کے متعلق جو بدگمانیاں اپنے دلوں میں رکھتے تھے وہ خلاف حقیقت تھیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کا رویہ اور یہ عقیدہ کہ یہ دنیا کے ہر مذہب کے پیشوا اور دنیا کے ہر حصہ میں وقتاً فوقتاً پیدا ہونے والے نبیوں اور اوتاروں کو مقدس اور قابل احترام سمجھتے ہیں۔ اور اپنے جلسوں میں اپنی اس عقیدت کا برملا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ یہ ان کی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ اور یہ ایسی خوبی ہے جو ان کو دوسرے مذاہب سے قریب کر

دیتی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی شخص میرے باپ کو اپنا باپ کہے تو میں اسے اپنا بھائی سمجھنے پر مجبور ہوں گا اور کوئی وجہ نہیں کہ کوئی شخص میرے آقا کو بزرگ کہہ رہا ہو تو میں اس کے آقا کی توہین کا خیال کروں۔

پس میرے بھائیو! میں مرزا واحد حسین صاحب گیانی کی اس مہربانی کا جو انہوں نے گاؤں بہ گاؤں پھر کر شری گورو گرنتھ صاحب کے نسخے تلاش کئے اور پھر اپنے سر پر اٹھا کر ربوہ پہنچائے اور پھر ربوہ سے قادیان لائے اور آج ہمارے حوالہ کر رہے ہیں شکریہ ادا کرتا ہوں یہ ایک حقیقت ہے کہ شری گرنتھ صاحب پاکستان میں جن لوگوں کے پاس پڑے تھے گو ان لوگوں نے انہیں سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ مگر ان کی حقیقی عزت وہاں نہیں ہو سکتی تھی۔ گیانی صاحب نے ان کو حقیقی عزت کی جگہ پر پہنچانے کے لئے بہت محنت اور محبت سے کام لیا ہے میں اس کے لئے پھر اپنی طرف سے اور قادیان کی سکھ سنگت کی طرف سے ان کا اور احمدیہ جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پاکستان سے آنے والے احمدی بھائیوں کے جتھے کے سالار چوہدری اسد اللہ خاں صاحب سے بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کا رویہ اور .... نہایت عمدہ ہے۔ آپ بھائیوں نے ہمارے ساتھ محبت اور رواداری کے رشتہ کو استوار کرنے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں میں انہیں بنظرِ تحسین دیکھتا ہوں۔

اس کے بعد میں قرآن پاک کے دو نسخے جو اس وقت میرے پاس ہیں اور جن میں سے ایک میرے چچا سردار کرتار سنگھ صاحب کے پاس اور دوسرا نسخہ سردار سوہن سنگھ بھاٹیہ کے پاس بالکل محفوظ حالت میں پڑے تھے۔ اور یہ دونو آدمی صوفی قسم کے بزرگ ہیں اور اسی لئے انہوں نے قرآن پاک کے نسخوں کو اتنے سالوں سے سنبھالے رکھا ہے۔ میں یہ دونوں نسخے نہایت عزت اور احترام کے ساتھ چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اس کے علاوہ میں قادیان کی سکھ سنگت کی طرف سے مرزا واحد حسین صاحب گیانی کی خدمت میں شکریہ کے ساتھ بطور سروپا ایک دستار اور اکیس روپے (دو نسخے صاحب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب ...) پیش کرتا ہوں (یہ کہہ کر گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر نے قرآن کریم کے دونوں نسخے صاحب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کے ہاتھوں میں دیئے اور دستار اور روپے گیانی واحد حسین صاحب کو دے دیئے)

گیانی فخر صاحب کے محبت بھرے جذبات کے اظہار کے بعد جناب سردار ہرچرن سنگھ صاحب باجوہ نے بھی اپنے جذباتِ محبت کا اظہار کیا کہ میں رواداری کے اس خوشکن منظر اور اقدام سے بہت خوش ہوا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آج ہم تقسیم ملک کی وجہ سے شری گورو ننکانہ صاحب کے درشنوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ہمارے دلوں میں ایک تڑپ ہے کہ ہم اس پوتر اور مقدس جگہ کو بار بار دیکھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ہی اعمال کی شامت ہے کہ ہم شری ننکانہ صاحب کے درشنوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں شری واہگورو سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ ہم سے جو غلطیاں ہوئی اور گناہ سرزد ہوئے۔ آپ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں اور ہمیں شری ننکانہ صاحب کی زیارت اور یاترا کرائیں۔ اس کے بعد میں اپنے ہموطن بھائیوں کی طرف سے جو اس وقت گویا بے وطن ہیں۔ گیانی واحد حسین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں"

اس کے بعد جماعت احمدیہ کی طرف سے گرنتھ صاحب کے دو نسخے عزت و احترام کے ساتھ پیش کئے گئے۔

اس کے بعد محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور (جو پاکستانی جتھے کے امیر بھی تھے) نے فرمایا "دوستو! میں نے پنجابی زبان میں کبھی تقریر نہیں کی۔ حالانکہ یہ میری مادری زبان ہے۔ مگر چونکہ ہمیں پاکستان سے اپنے ساتھ ایک ایسے مقدس بزرگ کی تعلیم کتابی صورت میں (گرنتھ صاحب) لانے کا فخر حاصل ہوا ہے جو پنجاب کی سرزمین میں پیدا ہوا۔ اور اسی سرزمین میں رہا۔ اور اس نے توحید کی تعلیم پیش کی۔ وہ توحید جو ہر مسلمان کو پیاری ہے اور وہ تعلیم جس پر دنیا کے تمام نقاد بحث کرنے کے بعد تسلیم کر چکے ہیں کہ سب سے زیادہ توحید کی تعلیم تمام انبیاء میں سے جس نبی نے دی وہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ آنحضرتؐ نے جس شکل میں اور جس شدت کے ساتھ دنیا کے سامنے توحید کی تعلیم پیش کی ہے اور کسی نبی یا اوتار نے نہیں کی۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا کہ تقریباً اسی طرح حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی توحید کی تعلیم پیش کی ہے۔ اور چونکہ حضرت نانکؒ کی یہ تعلیم پنجابی زبان میں ہے اور جلسہ کے حاضرین کی اکثریت بھی پنجابی ہے۔ اس لئے میں پنجابی زبان میں ہی مختصراً کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

"حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر ایک نہایت لمبی تقریر کی جا سکتی ہے۔ مگر چونکہ اب وقت کم ہے اس لئے میں حضرت بابا نانکؒ کے متعلق صرف اتنا ہی عرض کر کے کہ آپؒ ایک بہت بڑے بزرگ اور توحید پرست تھے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے ساتھ پاکستان سے گرنتھ صاحب کے جو نسخے لائے ہیں۔ چونکہ وہاں ان کی حقیقی عزت نہیں ہو سکتی تھی جو یہاں سکھ بھائیوں کے پاس ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم انہیں ان کی حقیقی عزت کی جگہ پر پہنچانے کے لئے ساتھ لے آئے ہیں۔ میں یہ دونوں مقدس کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میں سکھ دوستوں کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے وہ مقدس کتابیں (قرآن کریم) دیں۔ جو ہمارے لئے قابل تعظیم اور قابل عمل ہیں۔

۲۸ر دسمبر۔ آج جلسہ کا تیسرا دن تھا۔

آج کے پہلے اجلاس میں جناب مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل بدوملہوی نے "اسلامی تاریخ کے ناقابل فراموش واقعات" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی حیاتِ طیبہ اور آپؐ کے دعویٰ نبوت کے پہلے تیرہ سالوں میں مکہ اور طائف والوں کے آپؐ پر اور آپؐ کے ماننے والوں پر مظالم بیان کئے اور اس کے مقابلہ پر آپؐ کا عفو۔ حلم اور درگذر کرنا بیان کیا۔ طائف کے واقعہ کو فاضل مقرر نے شرح و بسط کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ طائف کے مظالم کے وقت چونکہ آپؐ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ آپؐ کے ساتھ کوئی طاقت نہ تھی اس لئے آپؐ نے درگزر اور عفو سے کام لیا تو یہ مجبوری تھی اس کے جواب میں فتح مکہ کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ آپؐ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اس وقت آپؐ کے ساتھ ایک بہت بڑی جمعیت تھی اور اگر آپؐ چاہتے تو اپنے مخالفین اور دشمنوں سے پوری طرح انتقام لے سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے عفو کا وہ نمونہ دکھایا۔ جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یعنی آپؐ نے اپنے تمام مخالفین اور دشمنوں کو مخاطب کر کے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ جاؤ۔ تم سب آزاد ہو اور تم سے تمہاری کسی بدکرداری کا کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

اس کے بعد جناب مولوی ابوالعطاء صاحب فاضل جالندھری پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ نے "اسلام میں الیشور بھگتی" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ انسانی روح کے اندر یہ تڑپ ہوتی ہے کہ وہ لافانی اور ابدی بن جائے لیکن وہ لافانی اور ابدی نہیں بن سکتا جب تک کہ اس روح کا خالق و مالک اس سے پوری طرح راضی نہ ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ کی رضا کے حصول کے لئے مختلف مذاہب نے مختلف طریق بتائے ہیں جن پر عمل کر کے انسان کی یہ تڑپ پوری ہو سکتی ہے۔ مگر ان سب کا نقطۂ مرکزی یہ ہے کہ یہ تڑپ صرف اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ انسان من کل الوجوہ خدا کا ہو جائے۔

آپ نے فرمایا اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا میں کئی مذاہب گذرے ہیں اور اب بھی بعض موجود ہیں۔ ان سب کے بانی خدا تعالےٰ کے فرستادہ۔ نبی اور اوتار تھے۔ اور سب کے سب واجب الاحترام تھے۔ ان سب نے اپنے اپنے پیروؤں کو جو تعلیم دی اس کے الفاظ مختلف ہو سکتے ہیں۔ زبانوں میں اختلاف ہو سکتا ہے اور زمانے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ان تمام مذاہب میں ایک چیز مشترک ہے اور وہ یہ کہ ایک خدا کی پرستش کی جائے۔

اس کے بعد مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل آف یادگیر دکن نے "مودودیت" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے .... "جماعت اسلامی" کی وجہ تسمیہ اور پھر اس جماعت کے اصول بیان کرتے ہوئے دلائل کے ساتھ ثابت کیا۔ کہ یہ ایک مذہبی نہیں بلکہ سیاسی جماعت ہے۔ جو مذہب کو محض آڑ بنا کر سیاسی اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے۔

آج کے دوسرے اجلاس میں مکرم مرزا واحد حسین صاحب گیانی نے "موعود اقوام عالم" کے موضوع پر ایک گھنٹہ تک اپنے مخصوص انداز میں اور پنجابی زبان میں بہت دلچسپ تقریر فرمائی۔ آپ نے بیان کیا کہ قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس میں کوئی نبی یا اوتار نہ آیا ہو۔ قرآن کریم کے اسی اصل کے ماتحت جماعت احمدیہ ایمان رکھتی ہے کہ تمام بانیانِ مذاہب خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ (باقی صفحہ ۱۲ کالم ۱ پر)

پیغمبر اسلام ایک غیر مسلم کی نظر میں!

جناب ڈاکٹر شنکر داس صاحب دہلی نے ذیل کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح حیات کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ یہ اگرچہ پیام مشرق دہلی میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اشاعت کے لئے ہمیں بھجوایا ہے اس لئے ان کے اخلاص اور جذبہ رواداری اور ان کے جماعت احمدیہ کے ساتھ مخلصانہ مراسم کے پیش نظر قارئین بدر کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ یہ مضمون ڈاکٹر صاحب کی زیر تصنیف کتاب کا ایک حصہ ہے۔ (ایڈیٹر)

تمہید

حضرت محمدؐ زراعتی زندگی کے دور میں آئے کیونکہ وہ نیک اور صالح تھے اس لئے ان تمام برائیوں سے متاثر ہوئے جو زراعتی زندگی میں پیدا ہو گئی تھیں۔ مثلاً اونچ نیچ کی تفریق۔ غلاموں سے بدسلوکی۔ عورتوں سے حقوق سے لاپرواہی وغیرہ انہوں نے ان برائیوں کے خلاف جہاد کیا۔ وہ انسانی مساوات چاہتے تھے۔ اور انسان پر انسان کے ظلم کا انسداد بھی۔ ان کی ساری زندگی ان برائیوں کے خلاف ایک جنگ تھی۔ حضرت محمدؐ نے نہ صرف حجازوالوں کو متحد کیا بلکہ ایسی راہ بھی دکھائی جس پر چل کر انسان نیکی اور امن حاصل کر سکتا ہے۔ انہیں اپنے مشن میں کتنی کامیابی ہوئی یہ بحث طلب ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اُن کی زندگی نے ہزاروں انسانوں کو متاثر کیا اور بعض انسانوں کو بہت نیک بنا دیا گو وہ ان برائیوں کو بالکل ہی ختم نہ کر سکے پھر بھی انہوں نے مظلوموں کے لئے سہولتیں حاصل کر دیں۔ اگرچہ وہ غلامی کی زنجیریں بالکل نہ توڑ سکے پھر بھی ان کے بندھن ڈھیلے کر دیئے سوسائٹی نے آپ کی تعلیمات کو اپناتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہندیں یہ چھوت ادھار تحریک کیا ہے یا۔ آپ کے مشن کا ہی ایک حصہ۔ یہ دودھوا ودوا (بیوہ کی شادی) عورتوں کی وراثت کے حقوق۔ ذات پات کا خاتمہ۔ یہ سب آپ کے مشن کے حصے ہیں۔ گو حضرت محمدؐ اپنے یگ میں، پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکے مگر اب صنعتی یگ (موجودہ زمانہ) میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے حضرت محمدؐ نہ صرف انقلابی تھے۔ بلکہ دور درشٹی (وسیع النظر) بھی تھے میں ایسے مہا پرش کو جس نے بنی نوع انسان پر اتنا احسان کیا ہو نمسکار کرتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ جہاں وہ عربی تھے وہاں وہ ہندی خون بھی رکھتے تھے۔

چھٹی صدی

چھٹی صدی عیسوی میں جہاں بھارت میں زراعتی تہذیب پورے جوبن پر تھی جہاں عرب دیشوں میں عموماً اور حجاز میں خصوصاً سوسائٹی اپنے ابتدائی دور میں تھی حجاز میں انسان ابھی جنگلی زندگی سے نکل کر قبیلہ کی زندگی میں داخل ہوا تھا۔ اُس وقت نہ حکومتیں تھیں نہ قانون۔ قبیلوں کی باہمی رسم ورواج اور باہمی فیصلے ہی قانون تھے۔ سوسائٹی کے اندر خدا کا تخیل پیدا ہو چکا تھا۔

مگر ہر انسان اپنے دل سے اُسے مانتا اور پوجتا تھا۔ ہر قبیلہ کا اپنا خدا تھا اور اُس کے پوجنے کے طریقے بھی دوسروں سے مختلف۔ سیاسی طور پر وہاں ایک قسم کا پنچایتی راج تھا۔ مختلف قسم کے سردار مل کر کام چلاتے تھے۔ تاریخ میں زراعتی زندگی کا یہ دور ایک ایسا انقلابی دور ہے جس میں سوسائٹی اور تہذیب نے جنم لیا اس دور میں بڑے بڑے ریفارمر پیدا ہوئے۔ تاکہ انسانوں کے لئے قانون بنائیں۔ مذہب کی تعلیم دیں انسانوں کی تنظیم کریں۔ اور ایسی بنیادیں کھڑی کریں جن پر انسانی سوسائٹی کے مستقبل کی عمارت تعمیر کی جا سکے۔ مختصر یہ کہ چھٹی صدی عیسوی میں حجاز کی حالت ایسی تھی کہ وہاں ایک رہبر کا پیدا ہونا ضروری تھا۔

زمانہ کی ضرورت

یہ کام قدرت نے حضرت محمدؐ کے سپرد کیا۔ وہ قدرت کی طرف سے عرب والوں کی رہبری کرنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اور انہوں نے اس وقت زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کے اندر ایسا زبردست انقلاب پیدا کیا کہ وہ پوری زراعتی زندگی کے دور سے گذر کر تہذیب کے کئی پہلوؤں میں آگے بڑھ گئے۔ میں اگر سوچتا ہوں کہ سائنس کے اصول سے تو حضرت محمدؐ جیسا انسان ہند میں پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ تہذیبی دور کی ضرورت کے مطابق ان کی ضرورت ہند میں تھی مگر قدرت نے انہیں حجاز میں پیدا کر دیا۔ ہند میں حضرت کے اصول کے آدمی پیدا ہوئے۔ مگر اتنے گردے والے نہیں۔ کبیر نانک گورو رام داس۔ چیتنیہ جیسے بھگت تھے۔ ان میں جنگی اسپرٹ نہیں تھی۔ اُن کے صرف برہمن روپ تھے۔ حضرت محمدؐ کے دو روپ تھے۔ برہمن (عالم) اور کشتری (جنگجو) جہاں وہ اچھے ذہین تھے وہ وہاں سوسائٹی کے اچھے سربراہ بھی تھے۔

حضرت محمدؐ انسان تھے

حضرت محمدؐ انسان تھے۔ اور دنیا کے بہت بڑے انسانوں میں سے ایک آپ فرشتہ سیرت تھے۔ مگر فرشتہ نہیں۔ آپ خاکی تھے نوری نہیں۔ آپ نے بزرگی اور رتبہ تپ و تیاگ سے حاصل کیا تھا۔ پیدائشی نہ تھا جو لوگ آپ کو نوری ظاہر کرتے ہیں۔ وہ آپ سے اور آپ کے مشن سے دغا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کریں اور لوگوں پر یہ ظاہر کریں کہ حضرت محمدؐ اس لئے نیک۔ رحیم انصاف پسند اور ایماندار تھے۔ کہ آپ کی بناوٹ خاص اللہ کے نور سے ہوئی تھی۔ اس لئے وہ کوئی گناہ نہ کر سکتے تھے۔ ہم سب معمولی انسان ہیں۔ ہماری بناوٹ خاکی ہے۔ گناہ۔ گمراہی اور بدی ہمیں ورثہ میں ملی ہے۔ ہم وہ بات نہیں کر سکتے جو ایک پیغمبر کر سکتا ہے۔ اس لئے بدی ہم پر لازم ہے۔ مقصد یہ کہ بدی اور برے رواجوں کو قائم رکھنے کے لئے راہ نکال لی جائے۔ آپ آج کسی مسلمان سے پوچھیئے کہ بھائی چھوت چھات۔ ذات پات کی کیوں تمیز رکھتے ہو۔ جھوٹ کیوں بولتے ہو۔ بدی کیوں کرتے ہو۔ لوگوں کا مال کیوں ہضم کرتے ہو۔ . . . زکوٰۃ کیوں نہیں دیتے۔ تو جھٹ کہہ دیتا ہے۔ کہ صاحب کوئی پیغمبر تھوڑا ہی ہیں آخر انسان ہیں۔ دنیا میں گذارہ کرنا ہے۔ نیکی تو صرف پیغمبر ہی کر سکتے ہیں۔ انسان نہیں مسلمانوں نے حضرت محمدؐ کو صرف نوری بتایا۔ خدا نہیں۔ ہند میں تو ایسے انقلابی بزرگوں کو براہمنوں نے بھگوان بنا دیا زراعتی زندگی نے برہمنوں کو بلند رتبہ دیا اور انہوں نے اپنی پوزیشن کو قائم رکھنے کے لئے چھوت چھات رائج کی۔ اس کے ذریعہ وہ عوامی لوٹ جاری رکھ سکتے تھے جب وہ دیکھتے کہ کوئی بزرگ اُن کی پوزیشن پر چوٹ کرتا ہے۔ اور لوگ اُس کی بات ماننے لگتے۔ تو جھٹ وہ اس بزرگ کے بھگوان ہونے کا اعلان کر دیتے۔ مطلب یہ کہ بھگوان سرو شکتی مان ہے۔ اُس کے سامنے سب پرانی ماتر برابر ہیں جو بھگوان بات کر سکتا ہے وہ عام انسان نہیں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ حضرت محمدؐ انسان تھے۔ ایسے ہی جیسے دوسرے انسان نہ وہ نوری تھے نہ کچھ اور۔ وہ تو صرف خاکی تھے خاکی۔ آپ کی ساری زندگی کا مقصد انسانیت کے لئے کام کرنا اور اُسے سربلند کرنا تھا۔

حضرت محمدؐ کی ازدواجی زندگی

لوگ عیب جوئی کے عادی ہیں۔ دنیا والوں کا یہ خاصہ رہا ہے۔ کہ ہر بڑے آدمی کی زندگی پر نکتہ چینی کی جائے۔ اور ایسی بات ڈھونڈ نکالی جائے۔ جس سے یہ ثابت کرنے میں ہم کو مدد مل سکے کہ جن انسان کو دوسرے قابل تعظیم کہتے ہیں۔ وہ اتنا مہان نہ تھا۔ وہ تو معمولی قسم کا آدمی تھا یہ سلوک کم وبیش ہر انسان کی قسمت میں ہے جتنا بڑا انسان ہوگا اتنی ہی اس پر کیچڑ اچھالی جائے گی۔ مقصد یہ کہ اس کی پاکیزگی پر بیگانے کی گندگی سے ڈھکا جائے۔ جب صورت حال یہ ہے تو حضرت محمدؐ ایسے لوگوں کی زد سے کیونکر بچ سکتے تھے۔ حضرت محمدؐ کی مہانتا کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا ہی ہوگا کہ اُن کے ساتھ بھی یہ مہربانی کی گئی ہے۔ یہ ہزاروں کتابیں جو ہمارے عیسائی دوستوں نے حضرتؐ کی ازدواجی زندگی پر لکھی ہیں اور جس نیت سے لکھی ہیں ایسی ناکافی ہیں انہیں اس سے کچھ زیادہ لکھنا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ بعض نادان مسلمان بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ آنحضرت بے پناہ طاقت مردمی کے مالک تھے۔ وہ ایک ہی رات میں تمام بیویوں کو خوش رکھنے کی قدرت رکھتے تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تمام نمازیں بھی ادا کرتے تھے۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ کیا تم نے کبھی آنحضرتؐ کی ازدواجی زندگی کا مطالعہ غور سے کیا ہے؟ کیا کبھی یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ اُن کی بیویوں میں کتنی جوان۔ کتنی بوڑھی اور کتنی کمسن تھیں۔ اور اُن میں کتنی ازدواجی زندگی کے قابل تھیں جب میں حضرت محمدؐ کی ازدواجی زندگی پر غور کرتا ہوں تو مجھ پر اُن کی بزرگی اور بھی آشکارا ہو جاتی ہے۔ خیال فرمایئے کہ ایک انسان جو اتنی بڑی عزت کا مالک ہو۔ چند بیوہ ادھیڑ کو ترس کھا کر اپنی پناہ میں لے لے انہیں خلاف نہ بنائے۔ نہ بھیک دے کر ذلیل کرے بلکہ انہیں شریک حیات بنا کر اُن کا رتبہ سوسائٹی میں بلند کر دے۔ اور انہیں وہ تمام حقوق عطا کر دے جو ایک بیوی کو اپنے خاوند پر عطا ہوتے ہیں اس بات سے لاپرواہ ہو کر کہ وہ ازدواجی زندگی کے قابل بھی ہیں یا نہیں یہ کوئی چھوٹی بات نہیں۔ بہت بڑی [illegible]

ہے۔ یہ آتم بلیدان [illegible]

سوا تاریخ میں [illegible]

محمدؐ نے اپنی [illegible]

اس کے عوض [illegible]

بات ایک [illegible]

ہے۔ [illegible]

سب پاک [illegible]

لیک از [illegible]

بقیہ صفحہ نمبر ۱۰

قرآن کریم سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف زمانوں اور ملکوں میں لاکھوں نبی اور اوتار آئے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اوتار ایسے وقت میں آئے ہیں جبکہ دنیا گمراہی اور ضلالت میں ہوتی ہے۔ گویا ایک مسلمہ اصول ہے کہ بیماروں کی موجودگی میں طبیبوں کی اور خشک سالی کی موجودگی میں بارشوں کی ضرورت ہوتی ہے ادھر ہم دیکھتے ہیں کہ جب قادیان کی اس مقدس بستی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ دنیا ایک روحانی مصلح کا انتظار کر رہی تھی۔ دنیا کے مختلف مذاہب نے اسی زمانہ میں ایک مصلح کی آمد کی پیشگوئیاں کی تھیں اور اس کے بعض نشانات بتائے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ آنیوالے کا نام مہدی ہوگا کوئی اسے کرشن کے نام سے یاد کرتا تھا اور کوئی اسے عیسیٰ کے نام سے موسوم کرتا تھا مگر ان سب ناموں کے ساتھ جو صفات بیان کی جاتی تھیں وہ سب ایک تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا ایک ہی ہوگا۔ چنانچہ انہی پیشگوئیوں کو پورا کرتے ہوئے اور انہی صفت سے متصف ہو کر آنے والا موعود اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر اسی بستی میں مبعوث ہوا۔ خدا کرے دنیا کو اسے ماننے اور اس کی غلامی میں آنے کی جلد توفیق مل جائے۔

اسکے بعد جناب مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ کلکتہ نے "حضرت رسول عربی کا پاک نمونہ" کے موضوع پر ایک گھنٹہ تک فاضلانہ اور ادیبانہ رنگ میں تقریر فرمائی۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی اور آپ کے پاک نمونہ کے واقعات ایسی ترتیب اور ایسے رنگ میں بیان کئے کہ تمام سامعین نے نہایت دلچسپی کے ساتھ اس تقریر کو اول تا آخر سنا۔ آپ نے بتایا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت عرب اور عربوں کی کیا حالت تھی۔ اور لوگ کن کن برائیوں کے مرتکب اور کیسی کیسی بداخلاقیوں اور بری رسوم میں مبتلا تھے۔ مگر جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔ تو آپ نے اپنی پاک تعلیم اور نیک نمونہ سے عرب اور عربوں کا بلکہ ساری ... اکر رکھ دیا۔

... ت صلی اللہ علیہ وسلم کی ... ن فرماتے یہ ... یر تھی۔ اس کے ... قادیان نے ... کسی دنیوی ... ۔ اور نہ ... ں جمع ہوئے ... ایک

لفظ کو یاد رکھیں اور اس پر عمل کریں۔ آپ سب احمدی دوستوں کا یہ فرض ہوگا کہ آپ میں سے ہر شخص جب واپس لوٹے تو تبلیغ احمدیت کے کام میں منہمک ہو جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اور آپ کی تعلیم لوگوں تک پہنچائے۔

میں ان تمام ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اپنے کاموں اور اوقات میں ہرج کر کے ہمارے جلسہ میں شرکت کے لئے آتے رہے اور ہمارے جلسہ کی رونق کو بڑھانے اور باہمی رواداری کے جذبات کو استوار کرنے کا موجب ہوئے۔

اس کے ساتھ ہی میں پولیس وغیرہ کے تمام افسران اور ان کے ماتحتوں کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ اور پھر میں پاکستان سے تشریف لانے والے دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اپنے مقدس مرکز کی زیارت کے لئے تشریف لائے اور اس طرح سے ہم سے بھی ملاقات ہوگئی۔ بالخصوص اس لئے کہ وہ اپنے ساتھ پاکستان سے شری گورو گرنتھ صاحب کے چار نسخے لائے ہیں اور یہ ایک ایسا اقدام ہے جس سے ہمارے سکھ دوستوں پر یہ واضح ہو جائے گا کہ ہماری جماعت باہمی رواداری اور دوسرے مذاہب سے محبت و آشتی کی تعلیم پر عمل پیرا ہے۔

اس کے بعد میں جلسہ کے منتظمین مقررین مہمان نوازوں اور مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ انہیں توفیق عطا فرمائے کہ سلسلہ نے جو کام ہمارے سپرد فرمائے ہیں ہم کماحقہٗ انہیں سرانجام دے سکیں

اس کے بعد محترم امیر صاحب نے لمبی دعا فرمائی جس کے بعد اس سال کا سالانہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک *

جلسہ سالانہ قادیان کے متعلق اخبار ٹریبون مورخہ ۳ رجنوری کا نوٹ

جلسہ سالانہ قادیان کے متعلق مختلف انگریزی اور اردو اخبارات میں ضروری کوائف اور خبریں شائع ہوئی ہیں۔ اور فوٹو بھی شائع کئے گئے ہیں۔ ذیل میں اخبار ٹریبون کی ضروری خبر کا ترجمہ قارئین بدر کی دلچسپی کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

"خلیفۃ المسیح کا پیغام"

"خدا تعالےٰ نے احمدیوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو بدامنی اور فساد و بے اطمینانی سے نجات دیں"۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو احمدیہ جماعت کے روحانی پیشوا ہیں کا پاکستان سے مرسلہ پیغام جماعت احمدیہ قادیان کے باسٹھویں سالانہ جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں انہوں نے اپنے ماننے والوں کو نصیحت کی کہ وہ ہر قسم کی تکالیف و مصائب کے باوجود اپنی امنگوں اور حوصلوں کو قائم رکھیں اور اپنی تمام طاقتوں کو انسانیت کی خدمت اور تحفظ کے لئے لگا دیں۔ اس پیغام میں کہا گیا کہ خدا تعالیٰ نے احمدیہ جماعت کو اس لئے قائم کیا ہے کہ وہ موجودہ دنیا کو بدامنی۔ فساد اور بے اطمینانی سے نجات دلائے۔ اور ایک ایسا نظام قائم کرے۔ جس کی بنیاد اخوت اور مساوات پر ہو۔ نیز اس بات کا بھی اظہار کیا گیا کہ احمدیہ جماعت پہلے سے ہی اس غرض کے لئے تمام قوموں کے پیش رو کی طرح کام کر رہی ہے۔ پیغام کے آخر میں تمام احمدیوں کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے منظم کریں۔

ہندوستان کے مختلف علاقوں کے دو صد سے زائد احمدی جلسہ میں شریک ہوئے۔ جن میں ساٹھ کے قریب ریاست جموں اور کشمیر کے رہنے والے تھے۔ اس کے علاوہ ایک سو تاسی نمائندے چوہدری اسد اللہ خاں صاحب برادر سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب وزیر خارجہ پاکستان کی قیادت میں پاکستان سے آئے۔ ان میں مولوی عبد المالک صاحب و مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی صاحبان کے بھتیجے) صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے حضرت امام جماعت احمدیہ کے بھتیجے اور مولوی ابو العطاء صاحب سابق مبلغ مصر اور فلسطین شامل تھے۔ احمدیوں کے علاوہ تقریباً ایک ہزار ہندو اور سکھ قادیان اور اردگرد کے علاقوں سے جلسہ میں شامل ہوئے۔

سرکاری افسران میں سے جنہوں نے جلسہ سنا اور اس موقعہ پر ضروری انتظامات کئے مسٹر ایس۔ کے جینی صاحب مجسٹریٹ درجہ اول۔ مسٹر ٹیکوا ج صاحب ڈی۔ ایس۔ پی۔ بخشی سیتا رام صاحب تحصیلدار تھے۔ جلسہ کے آخری دن جناب سردار گوربچن سنگھ صاحب باجوہ وزیر پبلک ورکس حکومت پنجاب بہمراہی مسٹر آر۔ ڈی ملہوترہ صاحب ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ جلسہ میں شریک ہوئے۔ اور پاکستانی قافلہ کے امیر چوہدری اسد اللہ خاں صاحب سے بھی ملاقات کی۔

جماعتیں مطلع رہیں

نظارت ہذا کی طرف سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب پیغام الصلح کے امتحان کی تاریخ ۲۴/۱/۵۴ مقرر کر کے اعلان کیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ سوائے چند جماعتوں کے باقی جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ اس لئے امتحان کی تاریخ کو بڑھا کر ۲۱/۲/۵۴ مقرر کی جاتی ہے۔ احباب اور جماعتیں مطلع رہیں۔ نیز جن جماعتوں کی طرف سے تا حال شامل ہونے والے افراد کی فہرست موصول نہیں ہوئی وہ جلد بھجوا کر ممنون فرماویں اور احباب کو زیادہ سے زیادہ امتحان میں شامل ہونے کی تحریک بھی کریں۔ (ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

شکریہ و درخواست دعا

ملایا کے ایک احمدی دوست جناب نذیر احمد صاحب آف ایوہ کو اللہ تعالےٰ نے دو لڑکیوں کے بعد یکے بعد دیگرے دو لڑکے عطا کئے ہیں۔ اس خوشی میں آپ نے مبلغ چھ روپے زائد چندہ ارسال فرمایا ہے تاکہ مستحق کے نام اخبار جاری کیا جائے۔ جزاہ اللہ تعالےٰ۔ خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ بچوں کو نیک خدام دین اور والدین کیلئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔ (مینیجر بدر)